

Digitized By Khilafat Library Rabwah



جلسہ سالانہ نمبر

فتح ۱۳۴۷ - صلح ۱۳۴۸ هـ ش
دسمبر ۱۹۶۸ - جنوری ۱۹۶۹ء

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

”بدی سے بچنے کا یہ گرہ ہے کہ انسان علم الہی کا مراقبہ کرے۔ سوچے اور فکر کرے۔ اور بار بار اس بات کو دل میں لائے اور اس پر اپنا یقین جمائے کہ خدا علیم ہے۔ خبر ہے۔ وہ مجھ کو دیکھ رہا ہے۔ میرے ہر فعل کی اسکو خبر ہے۔ اسی طرح ریاضت کرنے سے انسان بدی سے بچ جاتا ہے۔“

(بدر اپریل ۱۹۱۱ء حیات نور صفحہ ۵۱)

حضرت المصباح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا :

”خدام الاحمدیہ کو چاہیئے کہ وہ یہ روح اپنے اندر پیدا کریں (کہ) وہ اپنے اندر یہ احساس پیدا کریں کہ ضرورت پڑنے پر وہ خدا کے لئے اپنی جان پیش کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہیں گے۔ اگر تم اس کے لئے تیار ہو تو یقیناً تمہارے اندر وہ بشاشت ایمان پیدا ہوگی جس کے بغیر کوئی شخص نجات حاصل نہیں کر سکتا۔“

(الفضل ۱۱ اکتوبر ۱۹۶۱ء خدام الاحمدیہ کی ذمہ داریاں صفحہ ۲۱)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا :

”..... پھر تمہیں سبق دیا گیا تھا خادم نام میں کہ کسی وقت کبر اور غرور تم میں پیدا نہ ہو۔ بلکہ خادمانہ ذہنیت اپنے اندر پیدا کرو۔ محض خدمت کرنا کوئی چیز نہیں۔ انسان کو ایسا ہونا چاہیئے کہ ہر وقت وہ اپنے آپ کو خادم سمجھتا رہے۔ اسکی باتوں میں اسکی طرز میں جب وہ کسی کو مخاطب ہو اس میں کسی قسم کی بڑائی نظر نہ آئے۔ ہر وقت عاجزانہ راہوں کو اختیار کرنے والا ہو۔ اور اس عاجزی میں بڑی شان اور بڑی طاقت ہے۔“

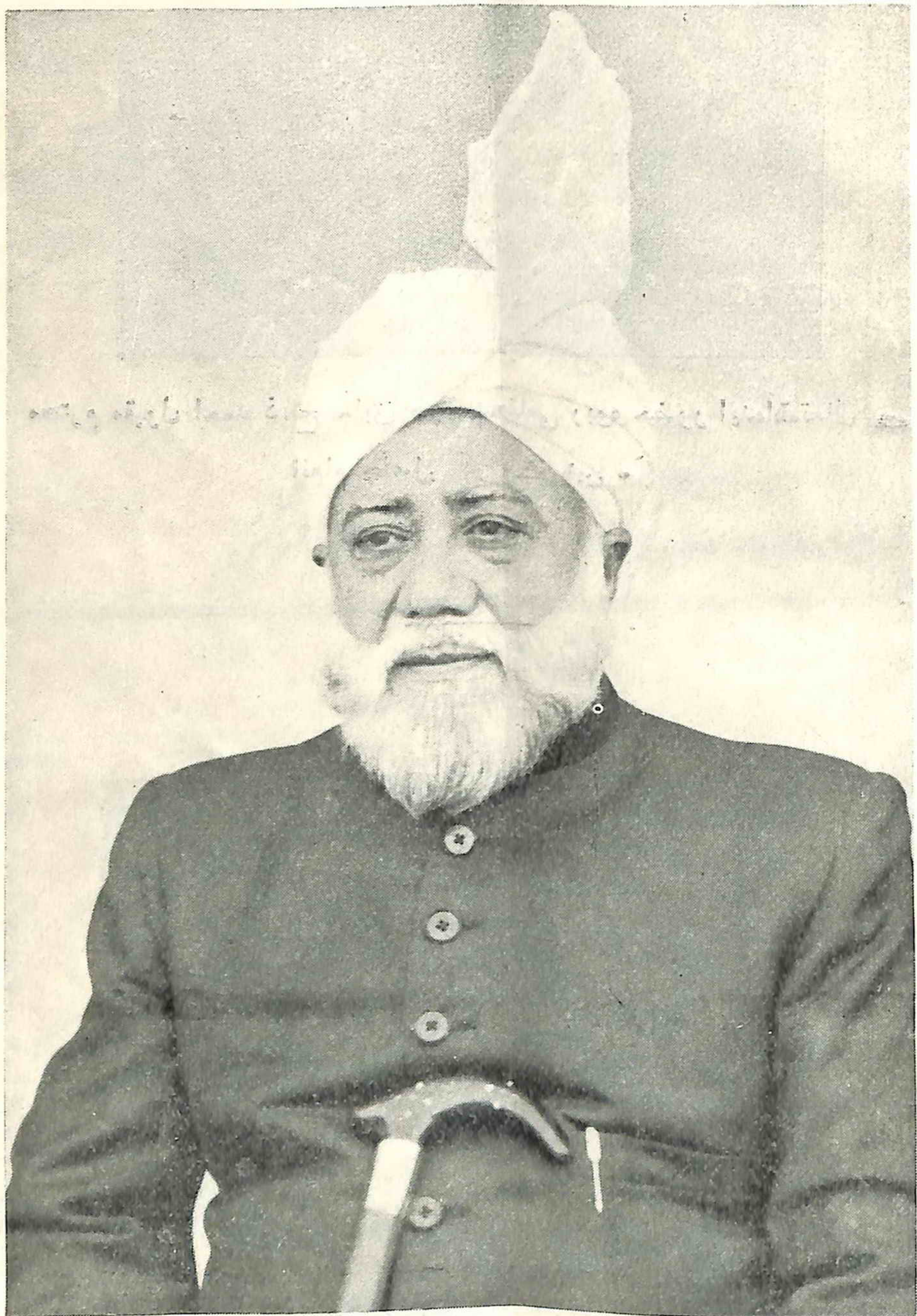
(خالد جنوری ۱۹۶۸ء صفحہ ۱۶)



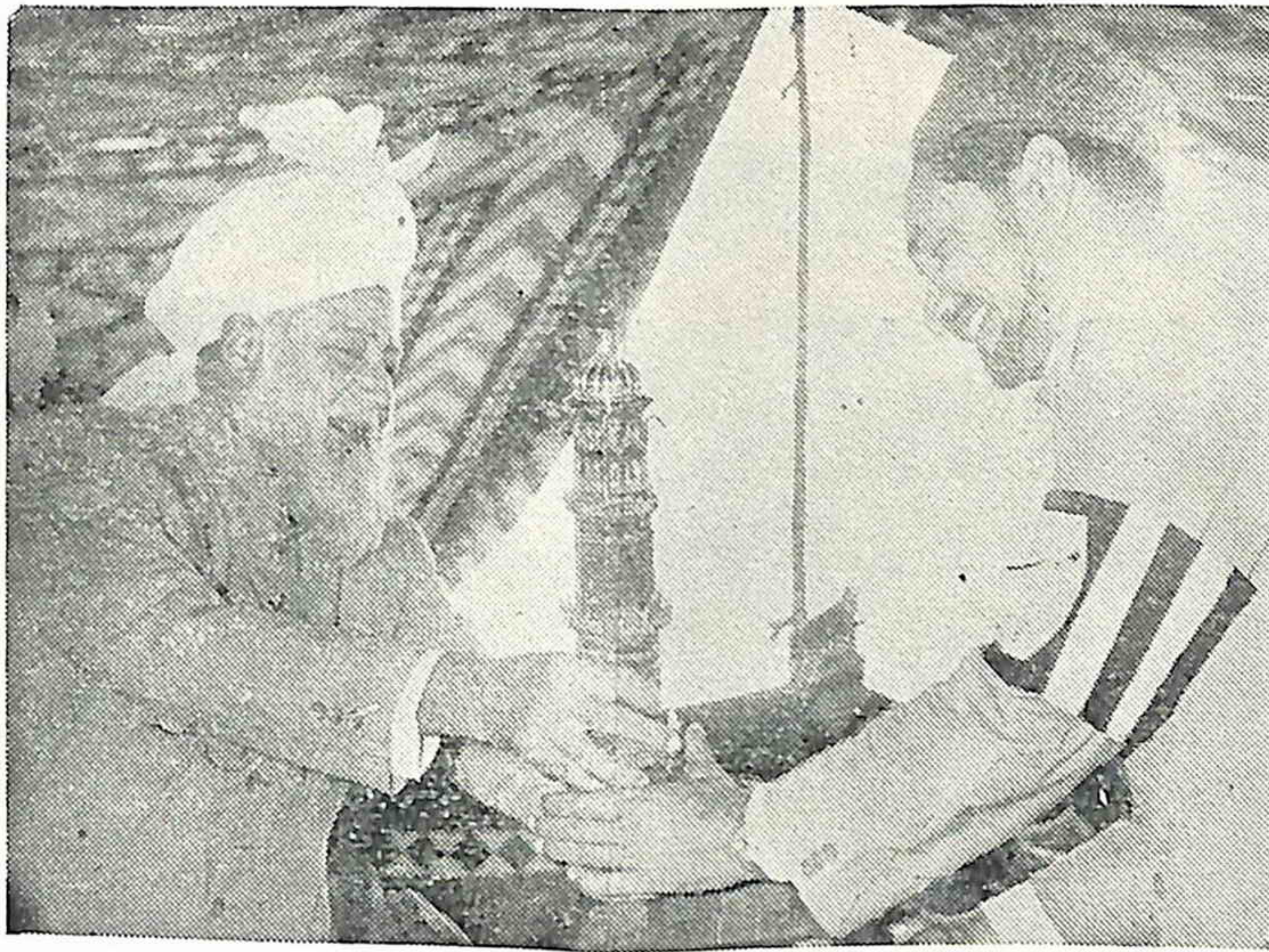
حضرت حكيم الامت مولانا نور الدين خليفة المسيح الاول
رضي الله عنه



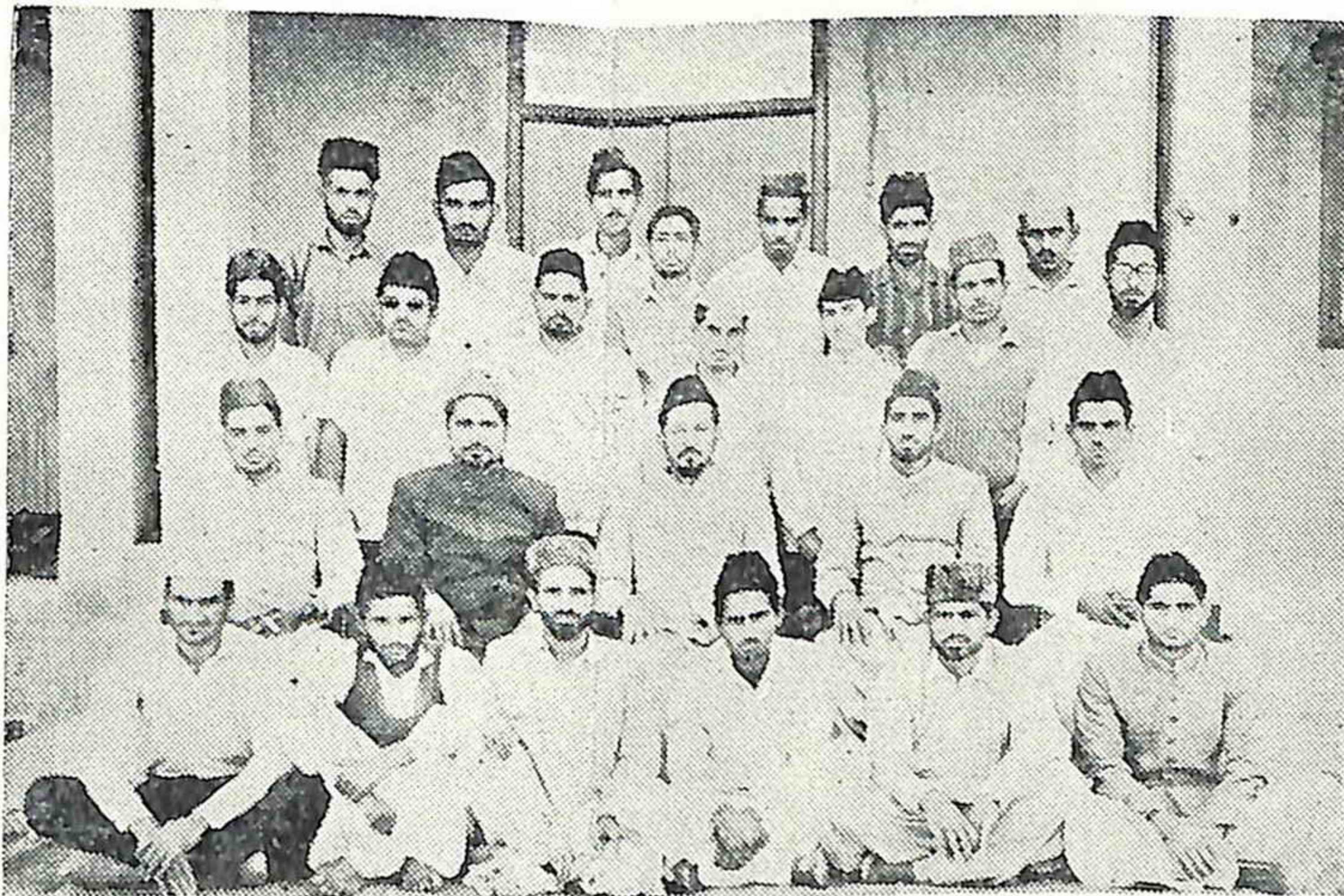
حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ



میدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز



محترم مقبول احمد ذبیح سابق مہتمم مقامی ربوہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے
انعام حاصل کر رہے ہیں۔



مجلس عاملہ مقامی ربوہ ۶۸-۱۹۶۷ صدر مجلس خدام الاحمدیہ کے ساتھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کاترجمان

اِسْتَبَقُوا الْخَيْرَاتِ

ماہنامہ
دور
ریکورد
حالد

فتح ۱۳۷۰ھ
صالح ۱۳۲۸
دسمبر ۱۹۶۸ء
جنوری ۱۹۶۹ء

قوموں
کی
اصلاح
نوجوانوں
کی
اصلاح
کے
بغیر
نہیں
ہو سکتی
الصلح الموعود

جلد ۱۵
شمارہ ۲
قیمت سالانہ چھ روپے
قیمت فی پریم ۶۰ پیسے
قیمت سالانہ ۱/۲۵

فیکون :- صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ
قائم مقام مدیر اعلیٰ :- محمد اسلم شاد
مدیران :- ظہیر الدین منصور احمد
منصور احمد خان
شیخ عبدالحق الحق
مینجر :- سید محمد باقر خوشنویس
کتابت :-

ترتیب

۱۔ آسمانی بادشاہت کے موسیقارو!

صفحہ

۳

۴

۵

۵

۶

۹

۳۶

۲۸

اداریہ۔

قال اللہ

قال الرسول

مطبوعات

پیغام صدر محترم

فیصل

ایک صالح۔ ایک عمن

قرآنی انوار

ترتیب و تدوین قرآن

{ سائنس اور فلسفیانہ جستجو کے متعلق
{ قرآن کی ترغیب

ظہیر الدین منصور احمد

مولوی غلام احمد صاحب بدولہی

محمد شفیق قیصر

صفحہ

تربیت

۲۵

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک لطیف حدیث
سے خدام الاحمدیہ کے نظام عمل کی تلقین

مولانا دوست محمد صاحب شاہد

۶۵

مولانا ابوالعطاء

قیام خلافت اور خدام الاحمدیہ کی ذمہ داریاں

۴۱

حافظ قدرت اللہ صاحب

دنیا کے اسلام

انکشافات

۷۳

محمد اسلم شاہ

غزوہ بدر

تاریخ

۵۵

جنید ہاشمی

سلطنت یہودیہ کے آخری ایام

۵۰

صحیح جواب دیں

۱۷

مرزا نصیر احمد

کوہ لغمان میں شہزادہ نبی کا چہرہ ترہ

سیاحت

مزاح

۷۰

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب

مغرب زدہ (رنگم)

سیاست

۸۵

شیخ نصیر الدین احمد

ناپنجیریائیں کیا ہو؟

معاشیات

۳۹

پروفیسر بشارت الرحمن
اسماعیل ماحدمسلمان تاجر کا مقام
ایشیائی ممالک میں معاشی تعاون کے امکانات

سائنس

۲۵

منور احمد انیس

حیاتیاتی نظام مواصلات

کچھ خدام الاحمدیہ کے بارے میں

۹۳

پروفیسر رفیق احمد شاقب

خدام الاحمدیہ کے اغراض و مقاصد اور مختصر تاریخ

ہمتمین آپ سے مخاطب ہیں

۵۷

پروفیسر منور شمیم خالد

تخریک جدید کا نیا سال اور ہماری ذمہ داریاں

منظومات

نائب زیری - نسیم سیفی - سید عبد الحمادی - قاضی ظہور الدین اچمل - محمد صدیق اترتسری - اللہ یار دیوانہ

منشورات

ایک انوکھا نمبر کارڈ - حکایات - انبیاء کی ترتیب - شجرہ مقدسہ - صنعت و حرفت - معلومات

اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو!

.... اب خدا کی نوبت جوش میں آئی ہے اور تم کو، ہاں تم کو، ہاں تم کو خدا تعالیٰ نے پھر اس نوبت خانہ کی ضرب سپرد کی ہے۔ اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو۔ اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! ایک دفعہ پھر اس نوبت کو اس زور سے بجاؤ کہ دنیا کے کان پھٹ جائیں۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اس قرنائیں بھرو ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اس قرنائیں بھرو کہ غرش کے پائے بھی لرز جائیں اور فرشتے بھی کانپ اٹھیں تاکہ تمہاری دروناک آوازیں اور تمہارے نعرہ ہائے تکبیر اور نعرہ ہائے شہادت توحید کی وجہ سے خدا تعالیٰ زمین پر آجائے اور پھر خدا تعالیٰ کی بادشاہت اس زمین پر قائم ہو جائے اسی غرض کیلئے میں نے تحریک جدید کو جاری کیا ہے اور اسی غرض کیلئے میں تمہیں وقت کی تعلیم دیتا ہوں۔ سیدھے آؤ اور خدا کے سپاہیوں میں داخل ہو جاؤ۔ محمد رسول اللہ کا تخت آج مسیح نے چھینا ہوا ہے تم نے مسیح سے چھین کر پھر وہ تخت محمد رسول اللہ کو دینا ہے اور محمد رسول اللہ نے وہ تخت خدا کے آگے پیش کرنا ہے اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت دنیا میں قائم ہونی ہے پس میری سنو اور میری بات کے پیچھے چلو کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ خدا کہہ رہا ہے۔ میری آواز نہیں ہے میں خدا کی آواز تم کو پہنچا رہا ہوں۔ تم میری مانو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ اور تم دنیا میں بھی عزت پاؤ اور آخرت میں بھی عزت پاؤ۔“

(تقریب سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(برموقعہ حبیبہ سالانہ ۲۸ دسمبر ۱۹۵۲ء)

بدظنی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ
الظَّنِّ إِثْمٌ - (الحجرات - آیت ۱۳)

ترجمہ :- یعنی اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچتے رہا کرو۔ کیونکہ بعض گمان گناہ بن جاتے ہیں
کسی کی نیت کے متعلق بے وجہ اپنے دل میں اچھا خیال نہ رکھنا یہی بدظنی اور بدگمانی ہے۔
اس کی وجہ سے آپس کا میل ملاقات کم ہو جاتا ہے اور ایک دوسرے کو شک کی نگاہ سے دیکھنے
لگتا ہے۔ آہستہ آہستہ یہ بدگمانی دلوں میں جڑ پکڑ جاتی ہے۔ اور لڑائی جھگڑے کا اچھا
مقامہ سامان پیدا ہو جاتا ہے۔

بدظنی کا رب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ ایسے شخص کی نگاہ میں نیکی کی عظمت مٹ جاتی ہے
چنانچہ کہتے ہیں۔ جو کسی کو بدظنی سے جھوٹا کہتا ہے اس کے اندر ضرور جھوٹ کی مرض ہوگی۔ وجہ یہ کہ
جو شخص خود کسی بات کو اہم نہیں سمجھتا وہ دوسرے کے متعلق جھوٹ کہتا ہے کہ یہ بھی اسی طرح
کرنا ہوگا۔ اور بدظنی کا نتیجہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ الزام لگاتے لگاتے گناہوں کی عظمت اس کے
دل سے جاتی رہتی ہے۔ اور وہ خود ان میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اگر تمہارے بھائی کے منہ سے کوئی بات نکلے تو جب
تک اسے اچھے معنے میں لیا جائے کہتا ہو لینا چاہیے۔ ایک حدیث میں ہے۔ ایسا کم والظن
فان الظن اکذب الحدیث۔ یعنی بدظنی سے بچو کیونکہ بدظنی سب سے جھوٹی بات ہے۔
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ۔ اس سے یہ بتانا
مقصود ہے۔ کہ اگر بعض اوقات بدگمانی صحیح بھی ہو۔ مگر ہمیں ضرورت نہیں کہ ہم
بدگمانی میں پڑیں۔ اس لئے کہ شاید وہ غلط ہی ہو۔ اور گناہ ہو جائے۔

عجب جونی

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَيَّرَ أَخَاهُ بِذَنْبٍ كَفَرِيَّةٍ
حَتَّى يَقْتُلَهُ - (ترمذی)

ترجمہ :- رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے بھائی کو اس کے کسی عیب یا گناہ کا طعنہ دے گا
وہ اس وقت تک نہیں مرے گا۔ جیسا کہ وہ خود اس عیب یا گناہ میں مبتلا نہ ہو جاوے۔

تشریح :- کس قدر خوت کا مقام ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے
از مکافات عمل غافل مشو
گندم از گندم بودید جو ز جو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں

عقیدہ کی رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے۔ وہ یہی ہے کہ خدا ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا
نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور رب سے بڑھ کر ہے اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بوزی طور
سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی۔ کیونکہ خدام اپنے مخدوم سے جدا نہیں۔ اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جدا ہے اور تم
یقیناً سمجھو کہ عیسیٰ بن مریم فوت ہو گیا ہے اور کشمیر سر نیگر محلہ غانیاریں اس کی قبر ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب
عزیز میں اس کے مرجانے کی خبر دی ہے اور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان کا منکر نہیں گو خدا نے مجھے خبر دی ہے
کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے لیکن تاہم میں مسیح ابن مریم کی بہت عزت کرتا ہوں کیونکہ میں روحانیت کی رو سے
اسلام میں خاتم الخلفاء ہوں جیسا کہ مسیح ابن مریم اسرائیلی سلسلہ کے لئے خاتم الخلفاء تھا۔ موسیٰ کے سلسلہ میں ابن مریم مسیح
موجود تھا۔ اور محمدی سلسلہ میں میں مسیح مژدہ ہوں۔ سو میں اس کی عزت کرتا ہوں جس کا ہم نام ہوں اور مفید مغزی ہے وہ
شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا یا

صدر محترم کا پیغام خدام کے نام

میرے محترم خدام بھائیو!

اَللّٰهُمَّ عَلَيْكُمْ رَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ

مجلس خدام الاحمدیہ کے نئے سال کا ابھی آغاز ہے اور جہاں تک خمدیداران مجلس کا تعلق ہے مجھے قوی امید ہے کہ اس سال میں سے جو وقت گزر چکا ہے وہ زیادہ تر گزشتہ سال کی غامیوں کے جائزے اور آئندہ کے لئے اور بہتر منصوبوں کی تیاری میں صرف ہوا ہوگا۔ کم از کم قارئین اصلاخ سے مجھے یہی توقع ہے کہ انہوں نے اب تک اپنے جائزے اور منصوبے مکمل کر لئے ہونگے۔ اور نئے عزم اور ولولوں کے ساتھ مسابقت کی دوڑ میں اپنی تمام قوتوں کو بھونک دینے کے لئے تیار کھڑے ہونگے۔ اب رمضان مبارک کی مصروفیات بھی گزر گئیں۔ اب عمل کی دوڑ کا مزید انتظار نہ فرمائیے۔

رمضان مبارک کی مصروفیات بھی دراصل ہمارے کام کا ایک حصہ تھیں بلکہ فی ذاتہ وہ مقصود تھیں جس کے حصول کیلئے مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ یہ وہ مہینہ ہے جو اسلام کا احلا ہے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی جس شدت اور کثرت کے ساتھ اس مہینہ میں ہوتی ہے کسی اور مہینے میں اس کا تصور ممکن نہیں پس اس پہلو سے ہمارا یہ سال نیاک شوگون لے کر آیا ہے کہ سال کے آغاز ہی میں ہمیں وہ مہینہ میسر آیا جو ہمیں مقصود کے قریب لے گیا۔ بغیر ہماری کوشش اور جدوجہد کے بغیر کسی منصوبہ کے بغیر کسی تنظیمی کاوش کے وہ زیر تربیت نوجوان جنہیں ہم سال بھر حق علی الصلوٰۃ - حق علی الفلاح کے بلاوے دیا کرتے تھے اور کوئی خاص کامیابی حاصل نہ کر سکتے تھے خود بخود اس مقدس مہینے کے عظیم اور وسیع دباؤ کے تحت اپنے

خلوت خانوں سے نکل کر مسجد کی جماعتی زندگی کی طرف چلے آئے۔

یہی نہیں بلکہ اس مہینہ میں ہمیں اپنی اپنی بساط کے مطابق دعاؤں کی بھی توفیق ملی اور یقیناً اور دعاؤں کے ساتھ عہدیداران مجالس نے اپنے لئے اور اپنے شریک کار خدام بھائیوں کے لئے پہلے سے بہت بہتر کلم کی توفیق اپنے رب سے مانگی ہوگی۔ اور خدام احمدیت کے نظام میں جڑے ہوئے کارکن خدام یقیناً ایک دوسرے کو بھی اپنی دعاؤں سے تقویت دیتے رہے ہونگے۔

پس کتنا ہی مبارک ہے یہ سال جس کا آغاز رمضان مبارک کی عظیم برکتوں کی طانت لئے ہوئے ہے اور سال بھر کے لئے ایک زاہد راہ ہمارے ہاتھ میں دے رہا ہے۔

پس میری استدعا ہے کہ ان دعاؤں کے گھنے سائے میں مزید دعا کرتے ہوئے نئی امنگوں اور نئے دلولوں کے ساتھ میدانِ عمل میں کود جائیے۔

یاد رکھیے آپ کا مقابلہ آپس ہی میں نہیں خود اپنے ساتھ بھی ہے آپ کا گزشتہ سال آپ کے سال رواں سے آگے نہ بڑھنے پائے۔ آپ کا ماضی آپ کے حال سے آگے نہ نکل سکے اور مستقبل ہمیشہ نئی ترقیات کی راہیں دکھاتا ہوا آپ کے آگے آگے بھاگے۔

خدا کرے ایسا ہی ہوا اور خدا کرے کہ ہم سچے معنوں میں خدام احمدیت ثابت ہوں۔ اور دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی شاندار خدمت کرنے کی توفیق پائیں کہ جب بعد از درود وسلام کبھی محبت کی خاص واردات کے وقت اپنے آقا کے حضور یہ عرض کریں کہ

أَنْظُرْ إِلَى بِرَحْمَةٍ وَتَحَنُّنٍ

يَا سَيِّدِي أَنَا أَحَقُّ بِالْغُلَمَانِ

تو واقعی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خادم نواز شفقت بھری پیار سے لبریز نگاہیں ہماری کائنات کو منور کر رہی ہوں۔

آپ کا بھائی۔ ایک ادنیٰ خادم

مرزا طاہر احمد

ربوہ

۱۹ فتح ۱۳۴۷ھ

ثاقب زیروی

میں آپ کا ہوں آپ سے منسوب ہوا ہوں

نسیم سیفی

روح رواں

دنیا کو نہ محبوب نہ مطلوب ہوا ہوں

میں آپ کا ہوں آپ سے منسوب ہوا ہوں

کل تک میرے سائے سے لرز جاتا تھا سورج

آج اپنے ہی سائے میں مرعوب ہوا ہوں

کل تک مراد امن تھا فرشتوں کی جبین میں

آج اپنی نگاہوں میں ہی معیوب ہوا ہوں

ہر رنگ میں پچا پتا ہوں اُن کی تجسلی

یوں ہوش میں رہتے ہوئے مجذوب ہوا ہوں

توفیق بھی دے طرف بھی دے تاپ نظر بھی

کیوں اپنی تجسلی ہی سے مجبوب ہوا ہوں

پھر میرے خیالوں کی سچائی کو آجا

میں دارِ خیالات پہ مصلوب ہوا ہوں

ہے عشق مجھے شاید لولاک سے ثاقب

کیوں ظلمتِ ایام کو مرعوب ہوا ہوں

محبت کی زباں ہو کر جنوں کی دستان بن کر

وہ میری زندگی میں آگئے روح رواں بن کر

مری ہر سانس میں پلتی ہے گردشِ آسمانوں کی

ہر اک لمحہ ملا ہے مجھ کو عمرِ جاوداں بن کر

تارے ٹوٹ کر تحلیل ہوتے ہیں فضاؤں میں

چمک اٹھتی ہے گردِ راہ اپنی کہکشاں بن کر

سرِ محفلِ سجدا دیتی تھی دامن کی ہوا اس کو

مگر اب جل رہا ہے دل چراغِ کارواں بن کر

میسر ہی نہیں ہے عشرتِ احساسِ آپ ہو

ہم اپنے آپ سے کھوئے گئے ہیں بیکراں بن کر

کوئی منہ ڈال کر اپنے گریباں میں فرادیکھے

پکار اٹھتا ہے دل آزادِ فطرت کی زباں بن کر

نسیم اپنی حیاتِ چند روزہ تلخ تر کر لی

کسی کو رازِ دہاں کر کے کسی کے رازِ دہاں بن کر

ایک مصالح — ایک محسن

Digitized By Khilafat Library Rabwah

ہوشیار پور کا نام سنتے ہی تاریخ احمدیت کا ایک ورق سامنے آ جاتا ہے۔ خدا کے مسیح نے ہوشیار پور کے گوشہ
تمنائی میں اپنے قادر و توانا خدا سے دعا کی۔ و وہاں کیا جتنی ایک مسلسل آہ و بکا رہتی جس نے خدائی رحمت کو بندوں کے قریب تر کر دیا
وہ اپنے رب کے حضور ماہی بے آب کی طرح تڑپا اور عرض کی کہ اے میرے آقا! اے دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ اسلام
کے کشتی ڈوبنے کو ہے تو اس کو سنبالے۔ اسلام کہ ترقی کا زمانہ قریب کو تاکہ دنیا کے چپے چپے پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی بادشاہت قائم ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کو یہ سُنّت ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے انبیاء کی مقررہ عادتوں کو قبول فرماتا ہے۔ یہی محبت و شفقت کا سلوک حضرت مسیح پاک علیہ السلام سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے درویشانہ جنوں وار بندے کی ضرورت رُکھنا۔ وہ اس کی طرف بے محبت اور پیار کے ساتھ بڑھا اور اس کو اپنی آفتابِ شفقت میں لے کر لے گیا کہ اسے میرے پیارے بندے غم نہ کر۔ میں نے تیری دعاؤں کو قبول کر لیا۔ میں تجھے ایک فرزندِ زلیخا و گرامی ارجمند کی بشارت دیتا ہوں چنانچہ فرمایا۔

میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپائیہ قبولیت میں جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو رجو ہوشتیار پور اور لہستان کا سفر ہے، تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ غسل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے منظر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا۔ تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پیچھے سے نجات پادیں۔ اور وہ جو قیروں میں رہے پڑے ہیں۔ باہر آدیں۔ تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تاحق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور الگ تمہیں کہ میں قلم در ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور محرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

تجھے بشارت ہو کہ ایک وجہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک ذکی غلام تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے
ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔

خوبصورت پاک لڑکا تمہارا عہد آتا ہے اس کا نام عنثویل اور بشیر بھی ہے اس کو مقدس روح دی

گئی ہے اور وہ جس سے پاک ہے وہ نور اللہ ہے مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔
اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت و دولت ہوگا۔
وہ دنیا میں آئے گا۔ اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔
کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمہ تنجید سے بھیا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور
دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (اس کے منہ سے جہیں
نہیں آئے) دو شنبہ مبارک ہے دو شنبہ۔ فرزند بلند گرامی از جند منظر الاول والاخر۔ مظهر الحق
والعلاء کان اللہ نزل من السماء جس کا نزل بہت مبارک اور جلال الہی کے طور کا موجب ہوگا۔ نور
آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضا مندی کے عطر سے مسح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا
کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے
کناروں تک شہرت پائیگا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا
جائے گا۔ دکان امرا مقضیاً (اقتدار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

جس بات کو کہے کہ کروں گا میں وہ منسور ملتی نہیں وہ بات خدا کی یہی تو ہے

پس اس کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ ۲۰ جنوری ۱۸۸۶ء کو وہ خوبصورت زکی غلام مسیحی نفس دنیا میں آیا وہ حسن و احسان میں اپنے غلامان
اپنے کانٹہ تھا وہ سخت ذہین و فہیم لڑکا جلد جلد بڑھا اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا گیا۔
یہ وہ صاحب شکوہ و عظمت تھا جسے خدا نے مصلح موعود کے عظیم الشان خطاب سے نوازا۔ وہ خلق اللہ کی محبت سے شہ
دل رساری عمر دنیا کی اصلاح و بہبود کی کوشش میں لگا رہا۔ راتوں کی تاریکیوں میں جاگ جاگ کر اس نے ان کے لئے دعائیں کیں۔ وہ ہر ایک
کا مصیبت میں سہارا بنا اور ہر ایک کام پر گرتوں کو بٹھا رہا۔ اس موعود و مفسر زند نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ جماعت کی خدمت میں صرف کیا۔
وہ ایک بے مثال مربی تھا جس نے جماعت کی تربیت اس رنگ میں کی کہ جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ میری مراد خلافت ثانیہ کے
تاجدار یعنی حضرت فضل عمرؒ سے ہے :

حضرت سیدہ مرآۃ صاحبہ رحم حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تحریر فرماتی ہیں :-

تادیان کی بات ہے۔ ایک دفعہ میں اپنے کمرہ میں تھی۔ چند بچے میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ظہر کی اذان نہم ہوئے غالباً
پندرہ بیس منٹ ہو چکے ہونگے۔ کہ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ آتے ہی پہلے تو حسب معمول خیریت پوچھی۔ کچھ
لطیفے سنائے منہ می مذاق کی ایک دو باتیں کیں۔ اچانک آپ کی نگاہ ایک ایسے بچے پر پڑی جو ماشاء اللہ سمجھدار تھا۔ آپ کا موڈ
فورا بدل گیا۔ اور نہایت سنجیدہ ہو گئے۔ اور غصے میں فرمایا۔ یعنی اس بچے کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ تمہیں تپہ نہیں کہ مسجد میں اذان ہو گئی
ہے۔ ظہر کی نماز کا وقت ہے تم ابھی تک گھر میں بیٹھے باتوں میں مصروف ہو۔ ابھی تک تم نے نہ دھو کیا ہے اور نہ ہی مسجد میں جانے
کی تیاری کی ہے۔ شرم اور افسوس کا مقام ہے۔ تم خدا کو کیا منہ دکھاؤ گے با اور مجھے فرمایا۔ کہ تم پچھلی ذمہ داری عائد ہوتی ہے

کہ تم نے اس بچے کو کیوں توجہ نہ دلائی۔ ایسی صورت ہے اگر ضرورت پڑے تو تمہارا حق ہے کہ تم اسے ڈانٹو اور ایسے معاملات میں سختی کرو۔ خواہ وہ بچہ سمجھدار اور ذمہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

سیدنا حضرت مسیح موعود رضی اللہ عنہ کا عام طور پر بچوں سے سلوک نہایت مشفقانہ تھا۔ مگر جہاں کہیں دینی معاملات میں آپ کو ذرہ بھر بھی کوتاہی نظر آجاتی۔ آپ اسے برداشت نہ کر سکتے۔ آپ کا رویہ سخت ہو جاتا۔ خدا تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری میں معمولی سی کوتاہی بھی آپ پسند نہ فرماتے۔ پس ہزاروں درود اس محسن اعظم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور حضرت مسیح موعود اور آپ کے خلفاء پر کہ جن کی بدولت ہمیں ان احکام کی بجا آوری کا شعور ہوا۔

آپ خدام بھی اس بارغ احمد کی کلیاں ہیں۔ آپ بھی حضور رضی اللہ عنہ کے ان فرمانوں کو ہمیشہ مدنظر رکھیں۔ اور حضور کی ان حسین خواہشات کو کما حقہ پورا کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسا کرنے کی توفیق دے۔

مہمان نوازی حضور کی طبیعت کا خاصہ تھی۔ ہمیشہ مہمان کو آرام پہنچانے کی کوشش فرماتے۔

مکرم و محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:-

”حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی سیرت کے واقعات میں سے کسی ایک کو چنانچہ ایک مشکل کام ہے لیکن علیہ سالانہ کی مناسبت سے جبکہ مہمانان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد آمد ہوگی حضور کے اکرام ضیافت سے متعلق مختصراً واقعہ عرض کرتا ہوں۔

ڈلہوزی کی بات ہے حضور اپنی نئی کوٹھی بیت الفضل میں قیام فرماتے تھے ان دنوں دستور یہ تھا کہ باہر سے آنے والے تمام ملاقاتی خواہ جماعتی کام سے حاضر ہوں یا ذاتی ملاقات کے لئے آئیں۔ حضور کے ذاتی مہمان شمار ہوتے تھے اور حضور اس بات کا خاص خیال فرماتے تھے کہ انہیں کھانے سے متعلق کسی قسم کی کوئی شکایت نہ ہو۔ چونکہ بعض دفعہ مہمان اور افراد خاص کی کثرت کے باعث کھانے کا معیار گر جاتا تھا۔ اس لئے حضور کے اہل بیت میں سے وہ زوجہ محترمہ جن کے ہاتھ میں انتظام ہوتا۔ اس خیال سے کہ حضور کی خوراک بہت تھوڑی ہے اگر کھانا معمولی قسم کا ہو۔ تو غذا اہل بیت بھی پوری نہیں ہوگی۔ حضور کے لئے غاموشی کے ساتھ کچھ الگ کھانا پکوا لیتی تھیں۔

ایک دفعہ ایسے ہی موقع پر حضور نے پہلا نوانہ اٹھایا ہی تھا کہ خادمہ کی کسی بات سے حضور نے یہ اخذ فرمالیا کہ مہمانوں کو جو کھانا دیا جا رہا ہے وہ اس سے مختلف ہے جو حضور تناول فرمانے لگے ہیں۔ یہ معلوم کرتے ہی رقمہ واپس پلیٹ میں پھینک دیا۔ اور بغیر کچھ کھائے میز سے اٹھ کر اپنے کمرہ میں تشریف لے گئے یہ کہتے ہوئے کہ میں ایسا کھانا نہیں کھا سکتا جو مہمانوں کے لئے اور ہو اور گھر والوں کے لئے اور یا اس مفہوم کے الفاظ تھے کہ میں ایسا کھانا نہیں کھا سکتا۔ کہ مجھے بہتر کھانا ملے اور مہمانوں کو ادنیٰ۔ حضور کے اس ہاتھ کھینچنے پر تمام اہل بیت نے کیا بڑے اور کیا بچے اپنے اپنے ہاتھ کھینچ لئے اور اس رات کسی نے کھانا نہیں کھایا۔ اس سے ہمارے خدام بھائی اندازہ کر سکتے ہیں کہ اسلام کا خدا اور اس کا رسول اور اس کے خلفاء جن اخلاق کی طرف ہمیں بلارہے ہیں۔ ان کا مقام کتنا بلند ہے۔

حضورؐ کا عشق رسولؐ ایک ایسا پہلو ہے جسے ہم کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتے۔ حضورؐ کے منہ سے جب بھی رسول کریمؐ کا نام مبارک نکلتا گو یا عشق کے دریا رواں ہو جاتے۔ اس بارے میں مکرم محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب بیان فرماتے ہیں:-

حضرت صلح موعود رضی اللہ عنہ کو قریب سے اور غائر نظر سے دیکھنے کا موقع مجھے ملا ہے میں نے آپ کو قال اللہ و قال الرسول پر عامل پایا۔

کسی انسان کے مقرب بارگاہ الہی ہونے کی سب سے بڑی نشانی اس کا رسول اللہ صلح کا غلام ہونا ہے۔ میں نے حضورؐ کو اپنے سید موالی محمد مصطفیٰ صلح کا سچا غلام پایا اور رسول اللہ صلح کے عشاق میں سے۔ حضورؐ کی زندگی کے واقعات میں سے ایک واقعہ جو اگرچہ بہت چھوٹا سا اور بظاہر معمولی سا ہے مگر میری یادوں میں اس طرح نقش ہے کہ کسی طرح بھلا یا نہیں جاسکتا۔ سُنئے گا واقعہ ہے اس وقت اپنی کم عمری اور کم علمی کی وجہ سے میرا خیال تھا کہ مسلمانوں میں یہ جو طریق رائج ہے کہ خدا اور رسولؐ نے یوں کہا ہے یہ ٹھیک نہیں۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ اور کو کیوں ملایا جائے خواہ وہ خدا کا رسول ہی کیوں نہ ہو۔

رمضان المبارک کا مہینہ تھا اور ہم حضور رضی اللہ عنہ کے ساتھ روزہ افطار کر رہے تھے اور اس دوران میں حضورؐ کی خاتون سے گفتگو بھی فرما رہے تھے وہ گفتگو کیا تھی۔ میں نے اس طرف توجہ دی مگر یکدم حضورؐ کے یہ الفاظ میرے کانوں میں پڑ گئے اللہ اور اس کے رسولؐ کا توفیلہ ہے۔ کیا فیصلہ ہے مجھے یاد نہیں نہ میری اس گفتگو کی طرف توجہ تھی۔ مگر اللہ اور اس کے رسولؐ کے الفاظ کچھ ایسے جذبے کے ساتھ اور محبت کی ایسی کیفیت سے کہ گئے تھے کہ میرے دل پر نقش ہو گئے۔ آج بھی وہ منظر وہ سارا سماں اور یہ الفاظ کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا توفیلہ ہے۔ میرے لئے ایسے ہیں جس طرح ابھی کل کی بات ہو ان الفاظ کے کانوں میں پڑتے ہی گویا میری آنکھیں کھل گئیں۔ یہ پہلا دن تھا جب خدا تعالیٰ سے اس کے رسولؐ کے مقام قرب کا صحیح احساس ہوا۔ اور علم توحید کا ایک نیا باب مجھ پر کھلا۔ اس میں رمضان المبارک کی تہذیب قلب بخشنے والی تاثیرات کا بھی دخل ہو گا۔ لیکن میں اسے خدا کے اس بندے اور محمد مصطفیٰ صلح کے اس غلام کے جذب روحانی کا کرشمہ سمجھتا ہوں۔ ع خدا رحمت کند ایسے عاشقان پاک طہیت را۔

* * * * *

مکرم محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:-

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ کو جماعت میں ڈسپلن و نظم و ضبط کا بہت خیال رہتا تھا۔ اسی وجہ سے خاص طور پر خدام الاحمدیہ یعنی بچوں اور نوجوانوں میں ڈسپلن پر حضورؐ بہت زور دیتے تھے حتیٰ کہ خدام الاحمدیہ کے لئے حکم تھا کہ پہلے سزا ہو کہ بالا افسران کی طرف سے بطور اصلاح کے دی جاتی تھی لیکن اگر ان کو اس سزا پر کوئی اعتراض ہے تو بعد میں اس کی اپیل کریں۔ حضورؐ فرماتے تھے کہ وہ قوم جو اصلاح کی خاطر سزا نہیں دیتی اور افراد جن کی اصلاح کے لئے سزا بخیز کی جاتی ہے وہ سزا نہیں لیتے۔ ایسی قوم دنیا میں کبھی ترقی نہیں کر سکتی۔ اسی لئے نوجوانوں اور بچوں میں یہ روح پیدا

کرنے کے لئے۔ قادیان میں۔ غلام احمد یہ کہنے کے لئے ذریعہ اصلاح مختلف نوعیت کا رائج کیا گیا تھا۔ جس میں استغفار کٹ پر بند اور بدنی سزا بھی دیا جاتی تھی۔ تاکہ غلام کو بشارت سے سزا دینے اور سزا لینے کی عادت پڑے۔ یہ دونوں چیزیں تو ہی ترقی کے لئے نہایت ضروری ہیں۔

حضور اکرام صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔ خاص طور پر علیہ سالانہ کے موقع پر۔ کارکنان کو یہ ہدایت ہوتی تھی کہ مہمانوں کے لئے ہر قسم کی سہولت جو سلسلہ کے بس میں ہے دی جائے۔ اور ان سے نرمی اور محبت کا سلوک کیا جائے۔ ایسے کارکنان جو مہمانوں کا خیال نہیں رکھتے تھے۔ ان کے لئے سخت سے سخت سزا بھی حضورؐ کی طرف سے مل سکتی تھی ایک واقعہ جو میرے ساتھ پیش آیا درج ذیل ہے۔

غالباً تقسیم ہند سے چار پانچ سال پہلے کی بات ہے علیہ سالانہ کے موقع پر مجھے محلہ دارالفضل کے لشکر کا ناظم مقرر کیا گیا۔ وہاں پر لوگ قطاروں میں کھڑے ہو کر کھانا لیا کرتے تھے۔ نگران مقرر تھے۔ کہ لوگوں کو صحیح طور پر لائنوں میں کھڑا رکھیں اور باری باری کھانا لے کر اطمینان سے جائیں۔ ایک دن نگران میرے پاس آیا۔ اس وقت شام کا کھانا تقسیم ہو رہا تھا۔ اس نے کہا کہ ایک لڑکا شزارت کر رہا ہے اور جب اسے کہا گیا کہ لائن میں کھڑے ہو کر کھانا لو۔ تو اس نگران اور علیہ کے متعلق بیہودہ باتیں کی ہیں اسلئے آپ خود جا کر اس معاملہ کو سلجھائیں۔ میں باہر گیا تو دیکھا کہ وہ مہمانوں کو تنگ کر رہا ہے۔ اور بیہودہ باتیں کر رہا ہے میں نے اس کو پکڑ کر وہاں پر سزا دی۔ اس دوران میں دو تین مہمان جن میں ایک سرکاری افسر بھی تھے وہاں پر آگئے اور انہوں نے کہا کہ مہمانوں کو کیوں مارتے ہو وغیرہ وغیرہ۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ محلہ دارالفضل کا لڑکا ہے میں اسے جانتا ہوں اس کی اصلاح بغیر سزا کے نہیں ہو سکتی۔ میں لشکر خانہ میں آگیا۔ اور نو بجے کے قریب جب میں کا ختم کر کے آنے لگا۔ تو حضرت میر محمد اسحاقؒ کا فون آیا۔ کہ حضورؐ کے پاس بعض مہمانوں نے شکایت کی ہے۔ جو منگھری کی جگہ سے تعلق رکھتے ہیں کہ ہم محلہ دارالفضل کا لشکر دیکھنے گئے تو وہاں ناظم صاحب نے مہمانوں کو پیٹا اور ان سے بدسلوکی کی اور حضورؐ نے فرمایا ہے صبح نو بجے (اگلے دن) حضورؐ نے جو تقریر فرمائی تھی۔ وہ نہیں فرمائی گئے جب تک اس معاملہ کی پوری رپورٹ ایک کمیشن مقرر کر کے نہ کی جائے گی۔ اس کے لئے حضرت میرزا بشیر احمد صاحب کو کمیشن مقرر کیا جاتا ہے جو صبح سات بجے دارالبرکات میں اپنا اجلاس کرے گا۔ آپ کو اور ان لوگوں کو جنہوں نے شکایت کی ہے اطلاع کی جاتی ہے اگلے دن صبح سات بجے حضرت میاں بشیر احمد صاحب دارالبرکات تشریف لائے میں وہیں پر موجود تھا۔ فرمانے لگے حضورؐ بہت ناراض ہیں۔ میں نے عرض کیا جو کچھ میں نے کیا ہے اپنی ڈیوٹی اور فرض کو مد نظر رکھ کر کیا ہے۔ باقی جو حضورؐ سزا دینگے میں سچوٹی منظور کروں گا۔ میں نے عرض کی میرا بیان چھوٹا سا ہے اور وہ تین چار سطروں میں آجائیگا۔ میں نے بیان دیا۔ کہ میری دو بیٹیاں ہیں ایک ناظم علیہ سالانہ محلہ دارالفضل اور دوسری ہتھم غلام احمدیہ۔ پہلی شکل میں اگر کوئی فساد کرتا ہے تو میرا کام ہے کہ جو مجھے خدا تعالیٰ نے سمجھ دیا ہے اس کے مطابق عمل کروں اور اس کو ٹھیک کرنے کی کوشش کروں۔ دوسری شکل میں غلام احمدیہ کے ہتھم کی حیثیت سے قادیان کے لوگوں کی اصلاح کیلئے بدنی سزا بھی دینے کا مجاز ہوں یہ سمجھتے ہوئے کہ اس شخص کی اصلاح ہو جس نے شریک کیا اور دوسرے شریک عناصر کے لئے عبرت کا موجب بنے اور آئندہ بھی اگر کوئی ایسی صورت پیدا ہو اور اسے حالات ہو

تو اس قسم کی سزا دوں گا۔ دوسرے دوستوں نے بہت لمبا پورا بیان دیا۔ جو نصف گھنٹہ سے زائد وقت میں لگھا گیا۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ کی خدمت میں تمام کارروائی و بجے سے پہلے حضرت میاں بشیر احمد صاحب نے بھجوا دی جسٹیاک وقت پر پیش پر تشریف لائے۔ اور اس معاملہ کے متعلق ذکر کر کے فرمایا۔ قادیان میں ہم نے بشارت سے سزا دینے اور سزا لینے کا خدام الاحمدیہ کے ذریعہ جو کام شروع کیا ہے۔ وہ ابھی تک باہر کی جماعتوں میں رائج نہیں ہوا۔ آہستہ آہستہ ان لوگوں کو بھی اس کا علم ہو جائے گا اور یہ کارروائی محض جماعتی نظام کو مد نظر رکھتے ہوئے کی گئی ہے اور باہر کے دوستوں کو چونکہ اس چیز کا علم نہیں ہے اس لئے وہ اس کو برائے سمجھتے ہیں۔ آہستہ آہستہ وہ بھی اس سے واقف ہو جائیں گے۔

ان باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضورؐ ڈسپلن کو جماعت میں قائم کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے رہیں اور دوسرے یہ بھی برداشت نہیں کرتے تھے کہ ہمانوں پر کسی قسم کی سختی کی جائے یا ان سے بدسلوکی سے پیش آیا جائے۔ اکرام ضیف نہایت ضروری ہے اسی لئے فرمایا کہ میں تقریر نہیں کروں گا۔ جب تک اس معاملہ کا مجھے پوری طرح علم نہ ہو جائے۔ اللہ صلی علی محمد و علیٰ آل محمد

مکرمہ محترمہ صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ فرماتی ہیں:

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ جلسہ پر آنے والے ہمانوں کا بے حد خیالی فرماتے۔ جلسہ کے ایام میں آپ کی مصروفیت اس قدر بڑھی ہوئی ہوتی تھیں کہ عام آدمی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اس کے باوجود آپ آنے والوں ہمانوں کے متعلق ذاتی نگرانی بھی فرماتے کہ ان کو کسی قسم کی تکلیف تو نہیں لنگر خانوں میں بذات خود تشریف لے جاتے۔ ہر قسم کے انتظام کا معائنہ فرماتے اور چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال فرماتے جس کی طرف ہر ایک کی نگاہ نہیں جاسکتی۔ مستورات کے قیام کا انتظام موجودہ صورت میں نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ قادیان میں صرف تین گھروں میں مستورات کے قیام کا انتظام ہوتا تھا۔ حضرت ام المؤمنینؒ کے مکان میں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اولؒ کے مکان میں اور مرزا گل محمد صاحب کے مکان میں۔ حضرت ام المؤمنینؒ اور مرزا گل محمد صاحب کے مکانوں میں جو مہمان مستورات اور بچے ٹھہرے ہوئے ہوتے رکھنا تو ان کا لنگر خانے سے آنا۔ لیکن چاول پر مہیزی صبح کے وقت چائے اور رس لیکٹ وغیرہ کا انتظام ان سینکڑوں مستورات پر چاروں حرم میں ہر ایک کے پرد ایک ایک دن مقرر فرماتے کہ ہمانوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ اور میری ہر بیوی ایک ایک دن ان تمام ہمانوں کو جو ہمارے گھروں میں۔ حضرت ام المؤمنینؒ کے گھر میں اور مرزا گل محمد صاحب کے گھر میں ٹھہرے ہوئے ہیں ان میں سے جو بیمار ہوں یا بچے ہوں ان کو ان کی خواہش کے مطابق گھر سے کھانا۔ اور صبح کا ناشتہ ملے۔۔۔۔۔ حالانکہ یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ یہی سمجھ لیں کہ جس طرح اب قیامگاہوں میں مستورات ٹھہرتی ہیں اسی طرح کی قیام گاہ وہ ہوتی تھی۔ اور کوئی الگ قیام گاہ نہیں تھی۔ حضورؐ کی بیویاں ایک ایک دن منظمین سے اپنے سامنے چائے پواتیں اور اپنے ہاتھ سے تمام ہمانوں میں تقسیم کرتیں۔ اور پھر حضورؐ کی ہدایت کے مطابق باقاعدہ حضورؐ کو اطلاع دی جاتی کہ تمام ہمانوں نے ناشتہ کر لیا ہے۔ یہ تو حضورؐ کے مہمان فوازی کے عذبے کی ایک جھلک ہے۔

ایک حضورؐ فرماتے اس کا یہ طریق تھا کہ حضورؐ اپنے حرم

حضور کو اکثر نئی نسل کا خیال رہتا۔ کیونکہ آئندہ جماعت کا دار و مدار ان پر ہی تھا۔
 ۱۔ مکرم و محترم سید عبد الرزاق شاہ صاحب فرماتے ہیں:-

یہ قادیان دارالامان کی بات ہے کہ ہم چند طلباء صبح کی نماز اکثر مسجد مبارک میں حضور رضی اللہ تعالیٰ کی اقتداء میں پڑھا کرتے تھے۔ ایک دن صبح کی نماز کے بعد حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ نے مسجد کے دروازے نماز ختم ہوتے ہی بند کرا دیئے۔ اور کسی لڑکے کو باہر جانے کی اجازت نہ دی۔ لڑکوں کو جو موجود تھے کھڑا کر کے ان کی تعداد گن لی۔ کچھ لڑکے اپنے پاس بلا لئے اور باقی جو تھے ان کو حضرت مولوی سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کے پاس بھجوا دیا اور فرمایا ان کا امتحان لو۔ کہ ان کو نماز با ترجمہ یاد ہے یا نہیں۔ حضورؐ نے بھی امتحان لیا۔ میں حضرت مولوی صاحب کے گروپ میں تھا۔ امتحان کی رپورٹ کے بعد حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب کو اکٹھا کیا اور فرمایا:-

”کہ جو نوجوان نماز باقاعدگی سے باجماعت مسجد میں پڑھتا رہے گا وہ کبھی بھی ضائع نہ ہوگا۔“
 اس پر ہم سب نے ہل کر یہ پتہ چھد کیا کہ ہم سب نمازیں باقاعدہ باجماعت مسجد میں ادا کیا کریں گے۔ اس وقت کے تقریباً سب نوجوان مسجد میں نماز باجماعت کی سختی سے پابندی کرتے رہے۔ چنانچہ ان میں سے جو اس وقت زندہ ہیں آپ ان کو دیکھ سکتے ہیں۔ کہ وہ باقاعدہ نماز باجماعت کے عادی ہیں۔ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان کہ نمازیں باقاعدہ پڑھنے والا کبھی ضائع نہ ہوگا۔ بالکل صحیح نکلا۔ ہم میں سے سب نے اس کا پتہ یہ کیا ہے کہ دینی و دنیاوی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا ہم پر بڑا ہی فضل ہوا ہے۔ آپ جو اس وقت کے نوجوان ہیں۔ میرے اس بات کے بیان کرنے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نمازیں باجماعت مسجد میں ادا کرنے کے پابند ہو جائیں۔ تو اللہ تعالیٰ آپ کو بھی دینی و دنیاوی فضلوں کا وارث بنائے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

اللہ تعالیٰ حضرت صاحب رضی اللہ تعالیٰ کو حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرب میں رکھے اور حضرت اقدس کی اولاد در اولاد کو تاقیامت دین و دنیا میں بیش از بیش فہماء سے متمتع فرماتا رہے۔ آمین ثم آمین ۛ

* * * * *

حضور اتھانی معروفیات کے باوجود ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آتے اور حضور کی طبیعت میں کافی حد تک مزاح بھی پایا جاتا تھا۔ لیکن جو بات حضور نے مذاق میں بھی کہی اسے بھی خدا نے پورا کر دکھایا۔
 ۱۔ مکرم و محترم میاں غلام محمد صاحب اختر بیان فرماتے ہیں:-

”۱۹۴۲ء میں خاکسار دہلی میں محکمہ ریلوے میں راشننگ آفیسر تھا۔ ایک مرتبہ معروفیت کے باعث دو تین ماہ تک حضور کی زیارت نہ کر سکا۔ دل میں نزد پ لیتی کہ یہ غلام کسی دن آقا کے دربار میں حاضری دے کہ ایک دن حضورؐ کا پیغام ملا کہ ڈھوزیا آکر مل جاؤ۔ چنانچہ میں ڈھوزی لپیچا۔ حضور ان دنوں امرولہ میں مقیم تھے۔ میری آمد کی اطلاع ہونے پر کمال ہر بانی حضورؐ باہر تشریف لائے اور خندہ پیشانی سے میرا استقبال فرمایا۔“

شام چار بجے حضور کو ٹھٹی کی *site* دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ جگہ "امروا" سے قریب اڑھائی میل کے فاصلہ پر تھی۔ وہاں کافی دیر ٹھہرے۔ اس دوران میں مجھے بوجہ پساری سفر سردرد کی شکایت ہو گئی۔ تو میں ایک طرف جا کر جھاڑیوں میں لیٹ گیا۔ حضور نے دریافت فرمایا۔ "اختر کہاں ہے؟" کسی نے اشارہ کیا کہ وہاں لیٹا ہوا ہے۔ تو حضور مع خدام وہاں تشریف لے آئے۔ میں با ادب کھڑا ہو گیا۔ فرمانے لگے کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کی کہ سردرد کی شکایت ہے۔ فرمایا: "غورتوں والی بیماری لے بیٹھے ہو؟" اتنے میں درد صاحب بھی وہاں آگئے اور میں نے دریافت کرنے لگے کہ اختر صاحب کا کیا معاملہ ہے؟ میں نے کہا۔ آپ کو *meningitis* یعنی "سمر" کا خطاب دیا تھا اب مزا پارا ہوں۔

حضور اس لطیفہ سے بہت محفوظ ہوئے اور فرمایا۔ کہ اب یہ بڑا افسر ہو گیا ہے۔ حضرت ڈاکٹر حضرت اللہ نے مجھے بعد میں کہا کہ تم بڑے افسر ہو جاؤ گے۔
خدا کی قدرت کہ چند دن بعد ہی مجھے غیر معمولی ترقی ملی۔ فالحمد للہ۔ خدا تعالیٰ کے پاک بندوں کی باتیں کیا اثر رکھتی ہیں؟

یہ حضرت سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نور اللہم قراء کی مقدس زندگی کی چند جھلکیاں تھیں جو قارئین کے سامنے پیش کی گئیں در نہ واقعات تو اتنے ہیں کہ ایک ضخیم کتاب بھی ان کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ بہر حال حضور کے اہل بیت میں سے چند افراد نے اور آپ کے چند غلص خدام نے اپنے دلی جذبات اور اپنے ساتھ پیش آئے ہوئے واقعات کو آپ کے سامنے پیش کیا ہے تاکہ آپ اپنی ذات میں وہ خوبیاں پیدا کریں جو حضور کے وجود مبارک سے وابستہ تھیں۔

ہزاروں سلام و درود ہو محمد رسول اللہ پر کہ آپ کے نور سے سیدنا المصلح الموعودؑ نے نور حاصل کیا۔ اور سلامتی ہو سیدنا المصلح الموعودؑ پر جنہوں نے محمد رسول اللہ کے نور کو جذب کر کے اپنے اندر وہ خوبیاں پیدا کیں۔ جن خوبیوں کا مالک انسان صدیوں بعد کوئی دنیا میں آتا ہے؟

رپورٹوں کی اہمیت :- بہت سی مجالس خدام الاحمدیہ مرکز کو اپنی مامانہ رپورٹ کارگزاری سبجوانے میں سستی کرتی ہیں جس کی وجہ سے مرکز کو بروقت ان کے حالات کا علم نہیں ہوتا۔ جملہ قائدین مجالس کو چاہیے کہ اس معاملہ میں کبھی سستی نہ کریں۔ اور ہر ماہ کی دس تاریخ تک پچھلے ماہ کی کارگزاری کی مختصر رپورٹ مقررہ فارم پر مرکز کو ضرور بھیجا دیا کریں۔ جزاکم اللہ۔
رسمتہ مجلس خدام الاحمدیہ مرکز یہ

”کوہ لغمان میں شہزادہ بنی کا چہوترا“

(مرزا نصیر احمد بی۔ اے۔ - جامعہ اہمدیہ) -

”Campakka“ کا نام دیا گیا ہے۔
کوہ لغمان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام
نے اپنی بعض کتب میں متعدد جگہ ذکر فرمایا ہے۔ آپ
تحریر فرماتے ہیں:-

”لیکن اب ایک اور خیال باقی ہے کہ اگر
پورا ہو جائے تو فوراً علی نور ہوگا
اور وہ دو باتیں ہیں۔ اول یہ کہ میں نے
سنا ہے کہ کوہ لغمان میں جو شہزادہ
بنی کا چہوترا ہے اس کے نام ریاست
کابل میں کچھ جاگیر مقرر ہے۔ لہذا اس
غرض کے لئے بعض احباب کا کوہ لغمان
میں جانا اور بعض احباب کا کابل میں جانا
اور جاگیر کے کاغذات کی ریاست
کے دفتر سے نقل لینا فائدہ سے خالی
معلوم نہیں ہوتا۔“

نیز آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ
کابل اور کوہ لغمان میں بسجنے کے لئے
اسی نواح کے بعض آدمی تجریز کئے گئے
ہیں۔ کیونکہ وہ اس ملک اور ان پہاڑوں
کے خوب واقف ہیں۔“

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس خواہش
کی بناء پر مجھے لغمان جانے اور اس چہوترا کے متعلق

لغمان افغانستان کے مشرقی صوبوں میں سے ایک
صوبہ ہے جس کا مرکز متر لام ہے پہلے پہل تورخم سے لیکر
مشرقی تک اور دریائے کابل کے جنوب سے شمال میں باجوڑ
تک یہ تمام علاقہ شنگار یا مشرقی کہلاتا تھا۔ مگر بعد میں یہ
دو بیت تین صوبوں یعنی شنگار، کنار اور لغمان میں تقسیم کر دی
گئی۔ چنانچہ موجودہ سمتوں میں اور دوسرے صوبوں کی طرح لغمان
بھی ایک مستقل حیثیت رکھنے والا صوبہ ہے۔

لغمان زمانہ قدیم میں ایک بہت بڑی ریاست
تھی اور قدیم ہندوستان کی شمال مغربی سرحد شمار ہوتی
تھی۔ اس علاقہ پر کچھ خاندان اور عور یہ خاندان کی بھی
حکومت رہی ہے۔ زمانہ قدیم میں لغمان کا نام لمپاکا یا
لمپاکا استھماں ہوتا رہا ہے۔ سنسکرت زبان میں اس کا
نام لامپاکا لیا جاتا تھا۔ اسی طرح چینی سیاح ہیون
سنگ نے اپنے سفر نامہ میں اس کو لامپو کے نام سے یاد
کیا ہے۔ اسلامی حکومتوں کے دوران اس کا نام لمقان تھا
جس کا ثبوت شاہن افغانستان کے بعض قدیم شاہی
فرمانوں کو دیکھنے سے ملتا ہے۔ جن پر ان بادشاہوں کی مہر یا
نقبت ہیں۔ انشاؤں نے ہندوستان کے بعض دوسرے
علاقوں کی طرح اس علاقہ میں بھی مشہور شاہراہوں پر
واقع کتبوں پر بدھ کی تعلیمات کندہ کردائیں۔ چنانچہ
لغمان سے قدیم زمانہ کا ایک آرامی زبان کا کتبہ دستیاب
ہوا ہے جس کو

معلومات فراہم کرنے کا بہت شوق تھا۔ اس سال موسم گرما کی تعطیلات میں مجھے افغانستان جانے کا اتفاق ہوا۔ جانے سے قبل میرے استاد مکرم و محترم میر محمد صاحب نے بعض ضروری ہدایات فرمائیں۔ جو بعد میں بہت مفید ثابت ہوئیں۔ کابل پہنچنے پر مجھے معلوم ہوا کہ میرے راتے میں بہت مشکلات درپیش تھیں جن میں سب سے اہم لغمان جانے کے لئے وزارت داخلہ کی اجازت حاصل کرنا اور ایک مناسب گائیڈ کو تلاش کرنا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دونوں مشکلات حل کر دیں۔ اور میرے ساتھ لغمان جانے کے لئے میرے ایک عزیز مکرم سید محمود احمد ساداتی تیار ہو گئے اور باوجود اس کے کہ دو تین روز کے بعد ان کا امتحان ہونے والا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس مبارک خواہش کو سن کر انہوں نے اپنے امتحان کو بھی نظر انداز کر دیا چنانچہ ہم نے ۸ ستمبر کو روانگی کا پروگرام بنایا۔ لغمان جانے کے لئے کابل سے بسیں بل محمد رضا سے روانہ ہوتی ہیں۔ جہاں سے لغمان کے لئے دن میں صرف تین بسیں چلتی ہیں۔ کابل سے بس روانہ ہو کر جلال آباد سے تقریباً بیس میل ادھر ہی بائیں طرف یعنی شمال کی جانب مڑتی ہے اور دریائے کابل کو پل سرخان کے ذریعہ عبور کر کے لغمان کی وادی میں داخل ہوتی ہے۔ یہاں سے ٹرک شمال کی طرف وادی کے ساتھ ساتھ ہتر لام تک جاتی ہے جو کہ ریاست کا مرکز ہے۔ لغمان کی وادی یوں تو دریائے کابل کے ساتھ ساتھ جلال آباد اور سرخوی کے درمیان ایک وسیع تر علاقہ میں واقع ہے۔ مگر غنوں زرخیزیت میں میرا تعلق وادی کی اس خاص سرسبز و شاداب پٹی کے ساتھ ہے

جو دریائے کابل سے لیکر شمال کی طرف درہ علی نگار اور درہ علی شنگ کے سنگم تک پہنچتی ہے۔ اس خوبصورت سرسبز و شاداب اور انتہائی زرخیز وادی کی زیادہ سے زیادہ چوڑائی تین میل اور کم سے کم ایک میل ہے کل لمبائی تقریباً بیس میل ہے درہ علی نگار اور علی شنگ کے سنگم پر اس وادی کا مرکز ہتر لام واقع ہے۔ جو خوبصورت اور اعلیٰ تے کھیتوں اور پھلدار درختوں کے گھنے باغات کے درمیان گھرا ہوا ہے۔ وادی کے درمیان دو چھوٹی چھوٹی ندیاں بہتی ہیں۔ جو اس وادی کو سیراب کرتی ہیں۔ یہ وادی افغانستان کی انتہائی زرخیز اور سرسبز وادیوں میں سے ایک ہے۔ پانی گو با فراط نہیں ہے لیکن اس کی قلت بھی محسوس نہیں ہوتی۔ زرعی لحاظ سے اس وادی کی بہت اہمیت ہے۔ پھلوں بزیوں اور غلہ کی کثرت کی وجہ سے یہاں کے لوگ کافی خوشحال ہیں۔ آب و ہوا کے لحاظ سے یہ علاقہ کابل سے نسبتاً کم ٹھنڈا ہے۔ تاہم اگست اور ستمبر جیسے گرم مہینوں میں لوگ کھلے میدان میں لحاف لے کر سوتے ہیں۔ عام موسم کی طرح یہاں کی ندیوں کا پانی بھی دریائے کابل کی نسبت کم ٹھنڈا ہے۔ اس وادی میں گائے بھینس اور بکریاں کثرت سے پالی جاتی ہیں۔ دیہات میں دودھ دہی اور لسی استعمال کرنے کا رواج ہے۔

ہتر لام میں ایک سیکنڈری سکول بھی ہے۔ جہاں سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد طلباء یا تو اپنی مرضی کے پیشے اختیار کر لیتے ہیں۔ ورنہ اعلیٰ تعلیم کے لئے ان کو کابل یونیورسٹی میں داخلہ لینا پڑتا ہے۔ چنانچہ اس وقت متعدد لغمانی طلباء کابل یونیورسٹی میں تعلیم پا رہے ہیں۔ اس علاقہ کے لوگ کافی دولت مند اور زمیندار ہیں

حکومت میں اس وقت بہت سے عہدوں اور اعلیٰ رتبوں پر فائز ہونے کے علاوہ بعض لغمانی شاہ کی کاہنہ میں بھی شامل ہیں۔

لغمان میں خشک اور چٹیل میدان بھی ہیں اور سرسبز وادیاں اور برف پوش پہاڑ بھی۔ اس وادی میں متعدد قبائل رہائش پذیر ہیں جن میں سے مندرجہ ذیل مشہور ہیں:-

ابوبکر خیل - جبار خیل - ابراہیم خیل - عمر خیل - محمد خیل - شمشیران خیل - موسیٰ خیل - صافی خیل - اسحق خیل - ترہ خیل - سلیمان خیل - نیازی خیل - اور یاخیل محمدزی عبدالرحیم زئی۔

ان میں سب سے زیادہ مشہور جنگجو اور زبردست قبیلہ صافی خیل ہے۔ ان کے علاوہ بھی لغمان میں بعض قبائل بستے ہیں۔ لغمان میں پشتو اور فارسی بولی جاتی ہے۔ ان دونوں زبانوں کے علاوہ ان لوگوں میں ایک تیسری زبان بھی مشترکہ طور پر بولی جاتی ہے۔ جس کو دوسرے علاقوں کے پشتو یا فارسی بولنے والے لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ اس زبان کو یہ لوگ سلطانی یا بادشاہی زبان کا نام دیتے ہیں۔ اس سے گمان ہوتا ہے کہ موجودہ قبائل کی اکثریت قدیم زمانہ سے اس علاقہ میں آباد چلی آ رہی ہے۔

میں اور میرے ساتھی ساداتی صاحب ۸ ستمبر کو بذریعہ بس لغمان کے لئے روانہ ہوئے اور تقریباً دو بجے بعد دوپہر لغمان کے مرکز مہتر لام پہنچے۔ ہمیں کافی حد تک معلومات بس میں بیٹھے ہوئے بعض دوسرے مسافروں سے بھی معلوم ہوئیں۔ اڈہ پر اتر کر ہم نے بعض لوگوں سے مہتر لام کی زیارت کے متعلق دریافت کیا۔ ہمیں بتایا گیا

کہ یہ زیارت مہتر لام سے مغرب کی جانب ایک بے آب و گیاہ دشت میں واقع ہے۔ ان لوگوں نے یہ بھی بتایا کہ وہاں پیدل پہنچنا بہت مشکل ہے۔ کیونکہ راستہ پہاڑی ہے اور فاصلہ بہت زیادہ ہے۔ لیکن ہم نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے وہاں جانے کا عزم کیا اور سفر کا آغاز کر دیا۔ ابھی ہم تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ ہماری ملاقات ایک معمر شخص سے ہوئی۔ ہم نے اس سے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا۔ اس نے ہمیں مشورہ دیا کہ ہمارے لئے یہ بہتر ہوگا۔ کہ ہم سیدھے زیارت جانے کے بجائے دیہہ زیارت میں جائیں۔ جہاں اس زیارت کے متولی یا مجادر بستے ہیں۔ یہ گاؤں ہمارے راستے پر تقریباً ایک میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ جب ہم اس گاؤں میں پہنچے تو ایک دکاندار سے اس زیارت کے انچارج متولی کے بارے میں دریافت کیا۔ اور ایک لڑکے کے ذریعہ اس متولی کو اپنی آمد کی اطلاع بھجوائی متولی کا نام شیخ احمد جان تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ متولی ایک چرمی تھیلے لئے ہوئے ہمارے پاس پہنچ گیا۔ ہم نے اس سے اپنا تعارف کرایا۔ اور اپنی آمد کا مقصد بیان کیا۔ اور اس کو بتایا کہ ہم نے سنا ہے کہ یہاں کسی پیغمبر کی زیارت موجود ہے۔ اور ہم اس کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ نیز اس سے تعلق رکھنے والی دیگر معلومات بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ شیخ مذکور جس کی عمر

بندہ کابل جا کر جب میں نے لغمان میں واقع شہزادہ بنی کے چبوترہ کے متعلق دریافت کیا تو میرے سامنے جو بات آئی وہ یہ تھی کہ لغمان میں ایک بنی اسلام سے قبل تشریف لائے تھے اور وہی انہوں نے وفات پائی تھی۔ جو آج تک وہاں موجود ہے۔

اس وقت اندازاً اسی سال ہوگی ہمیں مل کر بہت خوش ہوا وہ ہمیں اپنے باغ میں لے گیا۔ جس کے ایک کونہ میں مٹی کا ایک چبوترہ بنا ہوا تھا۔ ہم سب اس چبوترہ پر کھپائی ہوئی دریوں پر بیٹھ گئے۔ اور رسمی گفتگو کے بعد ہم نے اپنا اصل موضوع چھیڑ دیا۔ شیخ پشتو اور فارسی دونوں زبانیں بڑی روانی سے بول رہا تھا۔ اس نے اس زیارت کے متعلق اب تک جو روایات لوگوں میں مشہور چلی آرہی تھیں وہ تمام کی تمام تفصیل سے ہمارے سامنے بیان کیں۔ اس دوران بعض اور لوگ بھی وہاں پہنچ گئے جن کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ بھی اس زیارت کے مجاوروں میں سے ہیں۔ چنانچہ ان سب نے بھی اس کے بیان کی تصدیق کی۔ اس کے بعد شیخ نے اپنا چرمی بیگ کھولا اور اس میں سے متعدد پرانے اور پوسیدہ کاغذات بن میں سے بعض کی پشت پر کپڑا چپکایا گیا تھا نکالے جن کو پڑھنے سے معلوم ہوا کہ یہ قدیم اسلامی بادشاہوں کے فرمان تھے۔ جن کی رو سے اس زیارت کے نام مختلف اوقات میں بائیریں اور باغات وقف کئے گئے تھے۔ نیز سالانہ نقدی اور غلہ بھی دیا جاتا تھا۔ اور بعض فرمانوں کی رو سے ان مجاوروں کو ملک میں عام پر لگانے والا ہیکاروں سے مبرا قرار دیا گیا تھا۔ ان میں سے ایک فرمان کی نقل جو کہ امیر شیر علی خان شاہ افغانستان کی طرف سے آج سے ایک سو پانچ سال قبل جاری کیا گیا تھا درج ذیل ہے:-

”اینکہ عالیجنابان سمندر خان و معز اللہ خان و محمود خان مستاجران دیہہ زیارت بالٹا مافورہ مرفراز بودہ باشند۔ در این دنا مجاوران زیارت حضرت متر لام صاحب

از قدیم الایام از ایگار و بیگار و کاه ہا بہ پشتادہ و تحمیلات و غاتکالیفات دیوانی خلاص و معاف مرفورخ (القلم می باشند۔ لهذا باید بحصول اطماع بر حسب حکم اشرف اقدس اعلیٰ بقرار گذاشتہ از ایگار و بیگار و تحمیلات و غاتکالیفات دیوانی خلاص و معاف داشتہ غرض نہ داشتہ باشد کہ بدگولی دولت خداداد شاغل باشد تحریر تاریخ شہر ربیع الاول ۱۳۴۲ھ۔ (مہر) ”حکم امیر شیر علی“

اسی طرح ۱۳۴۲ھ میں امیر عبدالرحمن کی طرف سے بھی اس زیارت کے نام ایک فرمان جاری کیا گیا تھا جس میں اس نے اس زیارت کو مزار فیض آشا حضرت متر لام پیغمبر علیہ السلام کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اس فرمان کی رو سے زیارت ہذا کے اس وقت کے متولی شیخ محبوب شاہ و شیخ محمد حبان خطیب وغیرہ کے نام غلہ جاری کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ یہ فرمان ۱۳۴۲ھ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ کو جاری ہوا۔ ان کے علاوہ قدیم زمانہ میں بعض اور بادشاہوں مثلاً امیر محمود شاہ۔ امیر تیمور شاہ۔ شجاع الملک شاہ بھکان اور اورنگ زیب کی طرف سے بھی اسی قسم کے فرمان اس زیارت کے نام جاری کئے گئے تھے۔ جس میں اس زیارت کو حضرت متر لام علیہ السلام کی زیارت سے موسوم کیا گیا ہے۔ اور عثمان کو لمقان کا نام دیا گیا ہے۔

ہماری یہ مجلس رات کے بارہ بجے تک جاری رہی
اسی اثناء میں ایک مجاہد نے ہمیں پشتوں میں ایک نظم سنائی
جس میں پیغمبر موصوف حضرت مہتر لام علیہ السلام کے
عالات زندگی منظوم کئے گئے تھے۔ یہ نظم موجودہ متولی
شیخ احمد جہان کے دادا شیخ احمد خان نے لکھی تھی وہ
روایات جو ہمیں ان سے زبانی معلوم ہوئیں ان کا خلاصہ
مندرجہ ذیل ہے:-

”حضرت مہتر لام علیہ السلام ریاضت ملک علیہ
السلام جیسا کہ بعض بادشاہوں کے فرمانوں میں ان کا نام
ایسے ہی درج ہے، شام سے آئے تھے ان کے ساتھ
ان کا ایک اور بھائی بھی تھا۔ جس کا نام نور لام یا نور ملک
تھا۔ یہ دونوں بھائی شہزادے تھے ان کی تین بہنیں بھی
تھیں۔ نیز ان کے ساتھ ان کے اور بھی بعض ساتھی تھے۔
رب سے پہلے وہ شام سے ہرات آئے وہاں کے قندھار
اور پھر غزنی سے ہوتے ہوئے یہاں انھیں آگئے اور یہیں
بس گئے۔ ان دنوں یہاں ایک بادشاہ کی حکومت تھی۔
کچھ غرصہ کے بعد پیغمبر موصوف پر ایمان لانے والوں کی
تعداد میں اضافہ ہو گیا۔ اور وہ تعداد میں بڑھ گئے۔
اس پر اس بادشاہ کو فکر لاحق ہوئی اور اس نے آپ کے
خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ مومنوں اور کفار کی جنگ ٹوٹی
مگر اس جنگ میں سوئے اتفاق سے حضرت مہتر لام سید
میں ایک تیر لگنے سے شہید ہو گئے وہ بادشاہ بھی اس
جنگ میں مارا گیا۔ اور اسی جنگ میں ان کا بھائی نور لام
بھی شہید ہو گیا۔“

بہ لوگوں کی روایات کے مطابق نور لام صاحب کی قبر اسی وقت
ورہ علی نگار میں واقع ہے۔ مگر قلعہ وقت کی وجہ سے
مجھے وہاں جانے کا موقع نہ مل سکا۔

جب سلطان محمود غزنوی کا دور حکومت آیا تو ایک
دفعہ سلطان محمود غزنوی کو ایک خواب میں مہتر لام صاحب
نظر آئے اور اس سے کہنے لگے کہ تمہارے عہد حکومت
میں میں بے آب و گیاہ دشت میں زمین کے نیچے دفن ہوں
اور لوگوں کی کھائے بھینسیں میرے سینہ پر چرتی پھرتی
ہیں۔ اس پر سلطان بیدار ہو گیا۔ اور اس نے یہ خواب
اپنے درباریوں کو سنائی۔ انہوں نے کہا کہ اگر وہ پیغمبر
ہیں تو وہ اپنا اتنا پتہ خود بتائیں گے۔ دوسری رات جب
سلطان سویا تو پھر خواب میں حضرت مذکور نظر آئے۔
اور فرمانے لگے کہ اگر تم مجھے تلاش کرنا چاہتے ہو تو اپنے
شکر کی فلاں اونٹنی کو اپنے آگے آگے چلاؤ۔ دوسرے
قیام کرنے کے بعد جہاں وہ تیسری دفعہ قیام کرے
تو وہیں میں مدفون ہوں گا۔ چنانچہ سلطان نے اٹھتے
ہی اپنے درباریوں اور لشکر کو معماروں اور مزدوروں
سمیت ہدایت کی کہ وہ ہر قسم کا غمار تی سامان ہمراہ
لے کر روانگی کے لئے تیار ہو جائیں۔ تاکہ حضرت
مذکور کی قبر تلاش کر کے اس پر مزار تعمیر کیا جائے۔ اس
اونٹنی کو شکر کے آگے آگے روانہ کیا گیا۔ جس نے آٹھ
میں دوبار قیام کرنے کے بعد تیسری بار انھیں میں واقع
موجودہ قبر کے پاس قیام کیا۔ بادشاہ کے حکم پر تمام
لشکر نے ڈیرے ڈال دیئے۔ رات سلطان محمود غزنوی
کو خواب میں وہی پیغمبر نظر آئے۔ اور انہوں نے فرمایا
کہ تمہارے خیمہ کی چوب میرے سینہ میں گڑی ہوئی ہے
صبح جب سلطان اٹھا تو اس نے معماروں کو بلایا اور
اس خواب سے آگاہ کیا۔ اور ان کو حکم دیا کہ وہ اس جگہ
پر مقبرہ تعمیر کر دیں۔ اس پر معماروں نے غزنی سے لائے
ہوئے سامان کے ساتھ اس مقبرہ تعمیر کر دیا۔ سلطان نے

فتح ۱۳۴۸
ص ۱۳۴۸

اور قندھار اور غزنی سے ہوتے ہوئے وہ لغمان پہنچے اور
یہاں انہوں نے قیام کیا اور لوگوں میں وہ شہزادہ کے
نام سے معروف تھے اور ان کے ساتھ ان کا ایک بھائی بھی تھا۔
اس امر پر مفصل روشنی تو آئندہ کسی شمارے
میں ڈالی جائے گی۔ لیکن اجمالی طور پر یہاں یہ بتا دینا
ضروری ہے۔ کہ ان تمام روایات پر اگر غور سے نظر
ڈالی جائے اور قدیم تاریخی کتب اور آثار کا مطالعہ
کیا جائے تو ہمیں بہت حد تک ان روایات میں اور
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف مسیح موعود میں
کی بیان شدہ مسیح علیہ السلام کے سفر کے حالات
میں بہت مطابقت اور مشابہت ملتی ہے۔

دوسرے روز علی الصبح ہم دونوں ساتھی متولی
شیخ احمد جان اور اس کے پوتے اسماعیل جان کے
ہمراہ اس چوترہ یا زیارت کی طرف روانہ ہوئے گاؤں
سے نکل کر پگڈنڈی اونچے نیچے ٹیلوں پر سے گزرتی ہوئی
مقبرے تک جاتی ہے۔ یہ زیارت اس گاؤں سے
جانب غرب دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس زیارت تک
پہنچنے کے لئے موٹروں وغیرہ کے لئے بھی ایک راستہ
بنایا گیا ہے۔ جو ایک لمبا چکر کاٹ کر وہاں پہنچتا ہے
راستہ میں ایک حلقہ متولی نے بائیں جانب اشارہ

کرتے ہوئے بتایا کہ یہاں سامنے ہی ایک پرانی خندق
موجود ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ یہاں حضرت ہتم لام
علیہ السلام نے شہادت پائی تھی۔ راستہ کے دائیں
بائیں بے شمار پرانی اور نئی قبریں موجود تھیں۔ تقریباً
دو میل چلنے کے بعد ٹیلوں کا سلسلہ ختم ہوا اور ہمارے
سامنے ایک گہرا نشیب آیا جو دراصل کسی پرانے دریا یا
برساتی نالے کی تہی گزرگاہ ہے مگر اب خشک ہو چکا ہے

وہاں ایک بہت بڑا باغ بھی لگوا یا۔ جب مقبرہ تعمیر ہو گیا
اور سلطان نے واپسی کا قصد کیا تو سلطان کے چچا
جلال الدین نے واپس جانے سے انکار کر دیا۔ اور
کہا کہ میں تمام عمر اسی زیارت کی خدمت کروں گا بعد
میں جلال الدین نے وہاں سے قریب ہی ایک بستی کی
ساداتی خاندان کی ایک لڑکی سے شادی کر لی جس
سے دو لڑکے ہوئے جن میں سے ایک کا نام نازک
اور دوسرے کا نام حمزہ تھا۔ ان دونوں سے آگے
اولاد چلی۔ ایک خاندان کو حمزہ خیل اور دوسرے کو
نازک خیل کہا جاتا ہے۔ موجودہ مجاور انہی دو خاندانوں
سے تعلق رکھتے ہیں۔

یہ لوگ دیر زیارت میں مقیم ہیں پہلے وقتوں میں
یہ لوگ اس روہنہ کے نام وقت ہونے والا جاگیر
سے گزارہ کرتے تھے مگر اس وقت اس روہنہ
کے نام کوئی ایسی جاگیر نہیں ہیں۔ روہنہ میں
زیارت کی غرض سے آنیوالے لوگ کچھ نہ کچھ دے جاتے
ہیں۔ جس سے ان کا گزارہ چلتا ہے۔ دونوں خاندانوں
کے افراد آٹھ آٹھ یا دس دس کی تعداد میں ایک ایک
ہفتہ کے لئے باری باری اس روہنہ کی خدمت کے
لئے وہاں جاتے ہیں۔

ان تمام واقعات کی صحت کے متعلق تو میں کچھ
نہیں کہہ سکتا۔ البتہ کسی حد تک حقیقت امر کا اندازہ لگایا
جاسکتا ہے۔ ایک بات جو میں نے وہاں کے تمام
مجاوروں سے مشترکہ طور پر معلوم کی وہ یہ تھی کہ یہ بزرگ
ایک پیغمبر تھے اور وہ شام کی طرف سے تشریف لائے
تھے۔ اور ان کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ یہ رب
افغانستان میں ہرات کے راستہ سے داخل ہوئے

اس گزرگاہ میں ہمیں وہ زیارت ایک گھنٹے اور سرسبز باغ میں گھری ہوئی نظر آئی۔ اسی ٹیلے پر کھڑے ہو کر جب پیچھے کی طرف نگاہ دوڑائی تو لغمان کی طویل اور سرسبز وادی نظر آرہی تھی۔

ہم لوگ نشیب میں اتر کر اس باغ کی طرف بڑھے یہ ایک مستطیل شکل کا باغ ہے۔ جو شمالاً جنوباً پھیلا ہوا ہے۔ مشرق کی طرف چار دیواری کے عین درمیان محرابی شکل کا قدیم زمانہ کا دروازہ نظر آتا ہے جو کافی اونچا ہے۔ جیسے ہی ہم دروازے سے گزر کر باغ کے اندر داخل ہوئے تو ہمیں ایسا معلوم ہوا کہ جیسے بہشت میں آگئے ہیں۔ یہ جگہ نہایت ٹھنڈی تھی دروازہ میں سے داخل ہو کر جب ہم اندر گئے تو ہمیں اپنے سامنے ایک چھوٹا سا راستہ سیدھا روضہ کی طرف جاتا ہوا نظر آیا۔ چند گز چلنے پر بائیں طرف ایک مستطیل کنیدار حوض ہے۔ درہ علی شنک میں سے وادی کی طرف آنیوالی ندی سے ایک نالہ کاٹ کر باغ میں لایا گیا ہے۔ جس کا پانی اس حوض میں جمع کر لیا جاتا ہے۔ اور باقی پانی باغ میں درختوں کو دے دیا جاتا ہے۔

حوض سے گزر کر ہم روضہ کی طرف بڑھے۔ یہ ایک چھوٹی سی چار دیواری کے اندر گھرا ہوا ہے باغ کی مغربی دیوار سے ملحق ہے۔ جو سامنے سے ایک چھوٹی سی مسجد کی شکل میں نظر آتا ہے۔ مسجد میں سے گذر کر محراب کی پچھلی جانب واقع کمرہ میں ہم داخل ہوئے جہاں حضرت ممتاز لام علیہ السلام کی قبر ہے۔ اس قبر کو حبيب اللہ سے ناپا تا لمباتی ۴۸ بالشت اور چوڑائی ۸ بالشت تھی اور اونچائی تقریباً پانچ فٹ تھی۔ اس کمرہ میں ہمیں کوئی کتبہ یا تحریر نظر نہ آئی۔ قبر کو ایک بڑے سبز غلاف

سے ڈھانپا گیا تھا۔ اس کو اٹھا کر ہم نے چاروں طرف اچھی طرح دیکھا لیکن ہمیں کوئی ایسا نشان نہ ملا۔ جو قبر کے متعلق کسی قسم کی روشنی ڈالتا۔

اس مقبرہ کے مغرب کی طرف عین مقبرے کے نیچے واقع نالے کی گزرگاہ کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا تھا کہ کسی زمانے میں یہاں سے دریا یا کوئی ندی گذرتی رہی ہوگی۔ مگر اب وہ خشک ہو چکا ہے۔

میرا اندازہ ہے کہ درہ علی شنک کی طرف سے آنیوالی ندی کسی زمانہ میں یہاں سے ضرور گزرتی رہی ہوگی۔ مگر اب اس کا رخ بدل کر وادی لغمان کی طرف ہو گیا ہے۔

روضہ کے شمال مغرب کی طرف ایک اونچے ٹیلے پر ایک سفید رنگ کا مینار نظر آتا ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ اسے امیر حبیب اللہ خاں نے تعمیر کرایا تھا۔ اسی قسم کے دو اور منار مغرب کی طرف واقع پہاڑ کی دوسری جانب ایک دوسرے سے فاصلہ پر بنے ہوئے ہیں۔ جو نخلو۔ سروبی اور کابل کی طرف سے آنیوالے قافلوں کی رہنمائی کے لئے تعمیر کئے گئے تھے۔ باغ کے شمال مغرب اور شمال کی طرف لغمان کے اونچے اونچے پہاڑوں کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ باغ کا قریب پچاس جریب ہے۔ روضہ کے صحن میں ایک سرو کا درخت ہے جس پر ایک لکڑی کی تختی آویزاں ہے۔ اور اس پر المتوکل علی اللہ محمد ظاہر شاہ شاہ افغانستان کدہ ہے۔ باغ کے اندر بے شمار قبریں بھی موجود ہیں جن میں سے بعض سینکڑوں سال پرانی ہیں۔ موجودہ شاہ افغانستان علی حضرت محمد ظاہر شاہ کے دادا اور وادی کی قبریں بھی موجود ہیں

اس باغ میں شیشم اور بعض اور سایہ دار درختوں کے علاوہ لوکاٹ نازنگی۔ خوبانی۔ توت اور چکوترے کے بے شمار درخت موجود ہیں جن کے پھلوں کا ہر سال حکومت ٹھیکہ دیتی ہے اور اس کی آمد بجائے مزار پر خرچ ہونے کے روغنہ کے نام سے ولایت لغمان کے خزانہ میں جمع ہوتی جا رہی ہے۔

اس چھوٹی سی مسجد میں دن کی پانچ نمازوں کے علاوہ جمعہ کی نماز بھی ہوتی ہے جو وہاں کے ایک خطیب برہان الدین پڑھاتے ہیں۔ جمعہ کی نماز کے لئے شہر سے بھی بعض لوگ آجاتے ہیں اس وقت روغنہ کے انچارج متولی حاجی حبیب اللہ خان تھے۔

اس زیارت کو عوام میں "بابا صاحب" بادشاہ صاحب۔ "مہتر لام" اور "مہتر ملک" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ دیہ زیارت میں بعض اور بھی خاندان رہائش پذیر ہیں جو متولی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور حمزہ خیل اور نازک خیل سے ان کی چھتشر علیتی ہے ان کے متعلق تفسیلی معلومات حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا۔ تاہم اس قدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ قدیمی خاندان متولّیوں کا وہی ہے جو اپنے آپ کو حمزہ اور نازک خیل کی طرف منسوب کرتا ہے ورنہ اس قدر قدیمی بادشاہوں کے فرمان موجود ہونے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ قدیم بادشاہوں کے فرمانوں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پرانے زمانہ سے اس روغنہ کھنام جاگیریں وقف ہوتی چلی آتی ہیں۔ مگر پہلی بار کس نے اس روغنہ کے نام

یہ بات نوٹ کرنے کے لائق ہے کہ بامیان میں جو غور کے علاقہ سے ملتی ہے ایک وسیع سلسلہ کوہ ہے جس کو کوہ بابا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

جاگیر وقف کی اس کا حال معلوم نہیں ہو سکا۔ البتہ مجاور شیخ احمد جان سے معلوم ہوا کہ پہلی بار سلطان محمود غزنوی نے اس روغنہ کے نام زمین وقف کی۔ نیز اس نے یہ بھی بتایا کہ اورنگ زیب کے زمانہ میں اس جاگیر کی ایک اور قوم بھی جس کا نام صافی خیل ہے دغیرار ہو گئی۔ چنانچہ یہ تنازعہ اورنگ زیب کے دربار میں لیجا یا گیا اور اورنگ زیب کے دربار سے ان متولّیوں کے حق میں فیصلہ ہوا۔ متولی نے مجھے شاہی فیصلہ کا فرمان بھی دکھایا۔ مگر چونکہ وہ کاغذ بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ اس لئے تمام الفاظ اپنی صحت کے ساتھ پڑھے نہیں جاسکے۔ اس قدر ضرور معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ فرمان کسی کا ششہ زمین سے تعلق رکھتا ہے۔

جہاں تک اس پیغمبر کے نام کا سوال ہے لوگوں میں اور بادشاہوں کے فرمانوں میں۔ گورنمنٹ کے ریکارڈ اور نقوشوں میں اسی طرح تاریخ افغانستان بعد از اسلام مصنف عبدالحی حبیبی صد شیعہ تاریخ کابل یونیورسٹی و صد انجمن تاریخ افغانستان میں ان کو مہتر لام پیغمبر یا مہتر ملک کے نام سے ہی موسوم کیا گیا ہے۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ مہتر لام ان کا اصل نام نہیں ہے کیونکہ قدیم زمانہ سے اس علاقہ کا نام "لامپو" "لامباکا" یا "لمپکا" چلا آ رہا تھا اور غالباً اسلامی بادشاہوں کے عہد میں یہ لفظ بگڑ کر "لمقان" اور پھر لغمان بن کر۔ اور مہتر فارسی میں بزرگ کو یا بڑے کو کہتے ہیں۔ اور یہ لفظ تعظیم کے طور پر انبیاء کے نام کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ اس بزرگ کے اصل نام کے معلوم نہ ہونے کی وجہ سے مہتر لامپکا یا مہتر لمقان نام مشہور ہو گیا ہے جو بعد میں مہتر ملک رہ گیا اور آجکل مہتر لام کہلاتا ہے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

دوست محمد شاہد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک نہایت لطیف حدیث

خدا م الامجدیہ کے نظام عمل کی تعبیر

کے اس ارشاد مبارک کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ مجلس خدام الامجدیہ کے اغراض و مقاصد میں سرفہرست یہ امر ہے کہ جوانان احمدیت چالیس سال عمر تک پہنچنے سے قبل اپنی خادمانہ مساعی سے اپنے نفوس میں ایسا زبردست روحانی تغیر اور قلبی انقلاب برپا کر لیں کہ ان کے خیر کا پہلو شر کے مقابل نمایاں طور پر غالب آجائے تا جب وہ انصار اللہ کی تنظیم سے مناسک ہوں تو وہ خدمت کی منزل سے ترقی کر کے نصرت کے مقام تک پہنچ جائیں اور ان کا وجود پورے انسانیات کے لئے عجم خیر و برکت بن جائے۔

خیر کے متعلق دس احادیث

اب آئیے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک الفاظ سے یہ معلوم کریں کہ حضور کے نزدیک اختیار کون ہیں؟ یا خیر کیا ہے؟ اس باب میں احادیث بھری پڑی ہیں۔ مگر میں اس وقت بطور نمونہ صرف احادیث کا تذکرہ کرنے پر اکتفا کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:-

۱۔ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ

وَعَلَّمَ

نوجوانان احمدیت کے مقدس رہنما سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجلس خدام الامجدیہ کی بنیاد آج سے تیس برس پیشتر ۳۱ جنوری ۱۹۳۸ء کو قادیان میں رکھی تھی۔ اس عالمگیر تحریک کے قیام کا بنیادی مقصد کیا تھا اور اس کی اہمیت و ضرورت کیا تھی؟ اس کی نشاندہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (فداہ روحی و جانی) کی ایک نہایت لطیف حدیث سے بھی ہو سکتی ہے۔

ایک حدیث نبوی

یہ حدیث حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعہ خطبات "فتح الربانی والقیس الرحمانی" (جلد ۱) میں بایں الفاظ درج ہے:-

مَنْ بَاغَ آذِ بَعِيْنٍ سَنَةَ قَلْبِهِ
يَغْلِبُ خَيْرُهُ شَرُّهُ فَلْيَتَجَهَّزْ إِلَى
النَّارِ

جس شخص کی عمر چالیس سال کو پہنچ جائے اور اس کا خیر اس کے شر پر غالب نہ آئے تو اس کو جہیز کے دوزخ کے لئے تیار ہو جائے۔

سید الکائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی تم میں بہتر وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور سکھایا۔

۲۔ خَيْرُكُمْ أَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقًا

(مسند احمد بن حنبل)

تم میں سے بہتر وہ ہے جس کے اخلاق عمدہ ہوں۔

۳۔ خَيْرُ عِبَادِ اللَّهِ الْمُؤْمِنُونَ

الْمُطِيبُونَ (ابوداؤد)۔ ترمذی نسائی

(ابن ماجہ)

اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو اپنا عہد نبھاتے اور

خوش رہتے ہیں۔

۴۔ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِيهِ

(طبرانی)

تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے لئے بہتر ہو۔

۵۔ خَيْرُ الْأَعْمَالِ الصَّلَاةُ لِأَوَّلِ

وَقْتِهَا۔ (عاکم)

بہترین عمل اول وقت میں نماز کا پڑھنا ہے۔

۶۔ خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ۔

(مسند احمد بن حنبل)

بہتر ذکر خفی ہے۔

۷۔ خَيْرُ الْمُسْلِمِينَ مَنْ سَلِمَ

الْسَّلَامُونَ مِنْ يَدِهِ وَلِسَانِهِ

رسخ مسلم

مسلمانوں میں سے بہتر وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے

مسلمان محفوظ رہیں۔

۸۔ خَيْرُ النَّاسِ أَنْفُسُهُمُ لِلنَّاسِ

رفضا علی

نورانی میں سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔

۹۔ خَيْرُ السَّعَادَةِ آلَةُ سَيِّدِ قَارِ رَعْلَمِ

استغفار بہترین دعا ہے۔

۱۰۔ خَيْرُ الْمُؤْمِنِينَ الْقَانِعُ۔

(فردوس دہلی)

مومنوں میں بہتر وہ ہے جو قناعت کرنے والا ہے۔

حضرت مسیح موعود کا ایک اہم فرمان

یہ دس اصولی نیکیاں اگر کسی احمدی جوان میں پیدا

ہو جائیں تو وہ بلاشبہ آسمان پر بھی خدام احمدیت کی

فہرست میں شامل ہے مگر یہ مرحلہ ایک نہایت کمٹھن اور

مشکل ہے۔ جو خیر پر ہمیشہ گامزن رہنے۔ شر کے خلاف

طویل جہاد کرنے اور سب سے بڑھ کر زندگی کے آخری

سائن تک مصروف و عمار رہنے کے بغیر حاصل نہیں

ہو سکتا ہے۔ چنانچہ امام الزمان سیدنا مسیح الموعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

”اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ زمانہ جو شباب

اور جوانی کا زمانہ ہے ایک ایسا زمانہ ہے

کہ نفس امارہ نے اس کو ردی کیا ہوا ہے

لیکن اگر کوئی کار آمد ایام میں تو یہی ہیں

حضرت یوسف علیہ السلام کی زبانی قرآن

شریف میں درج ہے۔ وَمَا أُبْرِي

نَفْسِي إِلَّا النَّفْسَ لَا تُدَارِقُ

يَانِسُوهُ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي۔

یعنی میں اپنے نفس کو بڑی نہیں چھڑا سکتا۔

کیونکہ نفس امارہ بدی کی طرف تخریک کرتا

ہے اس کی اس قسم کی تخریکوں سے وہی پاک

ہو سکتا ہے جن پر میرا رب رحم کرے اس

سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کی بدیوں

اور جذبات سے بچنے کے واسطے نری کوشش
ہی شرط نہیں۔ بلکہ دعاؤں کی بہت بڑی ضرورت
ہے۔ نرا بدظاہری ہی جو انسان اپنی سعی
اور کوشش سے کرتا ہے، کارآمد نہیں ہوتا۔
جب تک خدا تعالیٰ کا فضل اور رحم ساتھ
نہ ہو۔ اور اصل تو یہ ہے کہ اصل زہد اور تقویٰ
تہ ہے ہی وہی جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا
ہے۔۔۔۔۔ تاہم اس حقیقی پاکیزگی اور حقیقی
تقویٰ اور طہارت کے حصول کے لئے
مزدت اس امر کی ہے کہ اسی زمانہ شباب
وجوانی میں انسان کوشش کرے جبکہ
قوی میں قوت اور طاقت اور دل میں ایک
انگ اور جوش ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں
کوشش کرنا عقلمند کا کام ہے اور عقل
اسی لئے اللہ تعالیٰ نے دی ہے اس مقصد
کے حاصل کرنے کے واسطے۔۔۔۔۔ اول
مزدوری ہے کہ انسان دیدہ دانستہ اپنے
آپ کو گناہ کے گڑھے میں نہ ڈالے وہ
مزدہناک ہوگا۔ جو شخص دیدہ دانستہ
بدراہ اختیار کرتا ہے یا کنوئیں میں گرتا ہے
اور زہر کھاتا ہے۔ وہ یقیناً ہلاک ہوگا۔
ایسا شخص نہ دنیا کے نزدیک اور نہ اللہ
تعالیٰ کے نزدیک قابل رحم ٹھہرے گا۔
اس لئے یہ مزدوری اور بہت مزدوری ہے
خصوصاً ہماری جماعت کے لئے
رحم کو اللہ تعالیٰ نمونہ کے طور پر
انتخاب کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ

آنیوالی نسلوں کیلئے ایک نمونہ ٹھہرے،
کہ ہر انسان ممکن ہے بد صحبتوں اور بد دلوں
سے پرہیز کریں۔ اور اپنے آپ کو نیکی کی طرف
لگائیں اس مقصد کے حاصل کرنے کے واسطے ہر انسان
تدبیر کا حق ہے تدبیر کرنی چاہیے اور کوئی دقیقہ
فرگذاشت نہیں کرنا چاہیے۔ یاد رکھو تدبیر بھی
ایک مخفی عبادت ہے اس کو حقیر مت سمجھو اسی سے
وہ راہ کھل جاتی ہے جو بدیوں سے نجات پانے کی
راہ ہے جو لوگ بدیوں سے بچنے کی تجویز اور تدبیر
نہیں کرتے ہیں وہ گویا بدیوں پر راضی ہو جاتے ہیں۔
اور اس طرح پر خدا تعالیٰ ان سے الگ ہو جاتا ہے
۔۔۔۔۔ پس حقیقی تقویٰ اور طہارت حاصل کرنے کے واسطے
اول یہ ضروری شرط ہے کہ جہاں تک بس چلے اور ممکن
ہو تدبیر کرو۔ اور بدی سے بچنے کی کوشش کرو۔
بدعاتوں اور بد صحبتوں کو ترک کر دو۔ ان مقامات
کو چھوڑ دو جو اس قسم کی تحریکوں کا موجب
ہو سکیں۔ جس قدر دنیا میں تدبیر کی راہ دکھائی ہے
اس قدر کوشش کرو اور اس سے نہ تنہو نہ ہٹو
دوسرا طریق حقیقی پاکیزگی کے حاصل کرنے
اور خاتمہ بالآخر کے لئے جو خدا تعالیٰ نے
سکھایا ہے۔ وہ دعا ہے اس لئے
جس قدر ہو سکے دعا کرو۔ یہ طریق
بھی اعلیٰ درجہ کا مجرب اور مفید ہے۔ کیونکہ
خدا تعالیٰ نے خود وعدہ فرمایا ہے اذ عنی استجب
لکم تم مجھ سے دعا کرو میں تمہارے لئے قبول کروں گا
و دعا ہی ایک ایسی چیز ہے جس کے ساتھ مسلمانوں
کو فخر کرنا چاہیے۔ (ملفوظات حضرت سید محمد حنیف رحمہ اللہ)
۲۵۵ تا ۲۶۱) و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

وہ جسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جسے حکمت عطا کی گئی تو سمجھو کہ اسے ایک بہت ہی نفع رساں چیز مل گئی اور یاد رہے کہ عقلمندوں کے سوا نصیحت بھی کوئی حاصل نہیں کیا کرتا۔

خدا تعالیٰ کی ہستی کو واحد مانتا اسلامی تعلیم کا نگر بنیاد ہے جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں یا دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا انسان کا کوئی آقا نہیں سب اس کے محکوم ہیں اور انسان کائنات کی سب سے اشرف مخلوق ہے۔ جیسا کہ قرآن فرماتا ہے:-

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ - رَجَا السَّمِی - ۷
دنیا میں اشرف المخلوقات ہونے کا یہ احساس اس کی افلاقی بلندی اور خود داری کا ضامن ہے۔ دنیا کی ہر چیز اس کے واسطے پیدا کی گئی ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِیْعًا - (بقرہ - ۳)

پھر فرماتا ہے کہ اس کی تخلیق کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ خالق کائنات کی عبادت بجالائے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ -

اس تعلیم کا نتیجہ یہ تھا کہ مسلمان کائنات کے سامنے عبکاری کی حیثیت سے نہیں بلکہ شکاری کی حیثیت سے جاتے ہیں۔ اور کائنات کی ظاہر اور پوشیدہ طاقتوں کو قابو میں کر کے اپنے مقاصد کے مطابق استعمال کریں۔ یہی تسخیر کائنات ہے اور اسی کو آج عہد سائنس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جس کے لئے قرآن بار بار ہمت افزائی کرتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:-

ہوتے ہیں۔ یہی خیال ان سمجھ فطرت کا ہے تا خدا تعالیٰ کے قول اور فعل میں مطابقت ہو۔ راز الہ ادرام ۲۵۵ تا ۲۵۸
سائنس کی ترقیات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس امر کا ذکر ضروری ہے کہ موجودہ سائنس کی بنیاد اور اساس تجربہ اور مشاہدہ پر ہے اور یہ انکشاف دراصل ایک قرآنی اصل ہے غوام الناس کا یہ خیال ہے کہ تجربہ اور مشاہدہ یورپ کے محققین کی ایجاد ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن کریم نے آج سے چودہ سو برس پیشتر اس امر کو واضح فرما دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ
إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا -

رجا اسرائیل رکوع ۱۲

کہ اے مخاطب جس بات کا تجھے علم نہ ہو اس کی اتباع نہ کیا کر۔ کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان سب کے متعلق تجھ سے پوچھا جائے گا۔

اس آیت میں کامل علم کے لئے سمع۔ بصر اور قلب سلیم کی شہادت کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ان کے تجسس کے نتیجہ میں جو چیز حاصل ہوگی وہ کامل علم کہلا سکتی ہے ورنہ وہ محض ظن اور قیاس ہے۔

اسلام نے انسانی زندگی کی اقدار کا ہونقہ پیش کیا ہے اس میں علم و حکمت کو زندگی کی اعلیٰ قدر (خیر کثیر) قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:-

”يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ - وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا“

وما يذكروا إلا أولوا الالباب - (البقرہ ۲: ۲۸)

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي

السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ

عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً - (لقمان)

کیا تم لوگوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے تمہاری خدمت میں لگایا ہوا ہے اور تم پر اپنی نعمتیں خواہ ظاہری ہوں یا باطنی ہوں پانی کی طرح بھادی ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے:-

اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمْ الْبَحْرَ لَتَجْرِيَ

الْفَلَاحُ فِيهِ بَا مَرَّةٍ وَلِتَبْتَغُوا

مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (جاثیہ ۷)

اللہ وہی ہے جس نے سمندر کو تمہاری خدمت پر لگایا ہوا ہے تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم ان کے ذریعہ سے اس کے فضل کو تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو و سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا

فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ - إِنَّ فِي

ذَٰلِكَ لَايَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ - (جاثیہ ۷)

اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے سب کا سب اس نے تمہاری خدمت میں لگایا ہوا ہے اس میں فکر کرنے والی قوم کے لئے بڑے نشان ہیں۔

کائنات کی زندہ اور بے جان قوتوں کی تسخیر اس وقت تک ممکن نہیں جب تک زمین و آسمان اور کائنات کی پوشیدہ قوتوں سے واقفیت نہ ہو۔ اس واقفیت کو علم طبیعی یا نیچرل سائنس کہتے ہیں۔ یہی وہ تھقی کہ سماں نے دینی علوم کے ساتھ طبیعیاتی علوم کے حصول کو بھی ضروری سمجھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے اطلبوا العلم ولو كان بالصحین۔

ظاہر ہے کہ یہ چین اور جاپان میں حاصل ہونے والا علم اللہ اور اس کے رسول کی معرفت کا علم تو نہیں ہو سکتا یہ صرف دنیوی علم ہی ہو سکتا ہے۔

اس بارہ میں ممکن غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے حضور نے پہلے ہی سے فرمادیا تھا۔ کہ علم و حکمت میں کسی طرح کا امتیاز نہیں ہو سکتا وہ مومنوں کا ورثہ اور اس کی متاعِ گمشدہ ہے۔

كَلِمَاتُ الْحِكْمَةِ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ

اينها وجدها فهو احق بها - (ترمذی)

یعنی حکمت اور دانائی کی بات یا فلسفہ مومن کی گمشدہ متاع ہے جہاں کہیں ملے مومن اس کے لینے کا زیادہ حقدار ہے قرآن کریم منظرِ کائنات کے مشاہدہ پر بڑا زور دیتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:-

قُلْ انظروا ما في السموات

والارض -

جو لوگ اس فریضہ سے پہلو تہی کرتے ہیں انہیں ان

الفاظ میں مخاطب کیا گیا ہے:-

اَو لَمْ تَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ دَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ

بَعِيْرٍ مِّمَّا يَآيَا -

اِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اٰيٰتٍ

لِّاُولٰٓئِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ

اللّٰهُ قِیٰمًا وَّ قَعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ

وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَّ

الْاَرْضِ دَبَّحًا مَّا خَلَقَتْ هٰذَا بِاٰطِلَآءٍ

سَجْنٰتٍ فَمَنْ عَذَابُ النَّارِ - (آل عمران ۷)

یہاں فرمایا کہ تخلیق ارض و سموات کا مشاہدہ ادلی
الالباب کا شمار ہے جنہوں نے خدا کے ذکر کو اپنی
زندگی کا مقصد بنا لیا ہے۔

قرآن کریم نے ان تمام علوم کی ہمت افزائی فرمائی
ہے جو موجودہ اور آئندہ زمانہ میں طبیعیاتی علوم کے تحت
آتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے مظاہر کائنات کے خورد
فکر کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ
کی معرفت کی نشانیوں کے علاوہ اہل تدبر کے لئے اور
بھی بہت سے سامان ہیں۔ کیونکہ کائنات اور جو کچھ بھی
اس میں ہے وہ ان کی میراث ہے اس لئے انہیں تسخیر
کائنات کا طریقہ جاننا چاہیے۔

جدید سائنس کو اس امر پر بہت ناز ہے کہ سائنس
زمین سے نکل کر آسمان کی حدود تک پہنچ چکے ہیں۔ اور
اب وہ چاند ستاروں پر کمندیں ڈال رہے ہیں لیکن
قرآن کریم نے آج سے چودہ سو سال پہلے بتا دیا تھا کہ
آسمانی اجرام میں بھی آبادی ہے۔ اور وہ لوگ بھی خدا
تعالیٰ کی ہدایتوں کے پابند ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
یَسْبَحُ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَ

الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ (اعتراف - ۲۵)
یعنی آسمان کے رہنے والے بھی اس کی تسبیح کرتے ہیں اور
زمین کے لوگ بھی۔

حضرت ابی سہل احمدیہ اس آیت کے بارہ میں فرماتے

ہیں:-

اس آیت میں اشارہ ہے کہ آسمانی اجرام میں

آبادی ہے اور وہ لوگ بھی خدا کی ہدایتوں

کے پابند ہیں۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی ص ۹۲)

اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ بھی یہاں فرمایا ہے

الْم تَرَىٰ أَنَّ اللَّهَ يَسْبَحُ لَهُ مَنْ
فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ...
وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ۔ (النور ۲۰)
(ترجمہ) کیا تو دیکھتا نہیں کہ اللہ وہ ہے کہ ہوا، آسمان
اور زمین میں رہتے ہیں۔ سب اسی کی تسبیح کرتے ہیں
..... اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ
ہی کی ہے۔ اور اللہ ہی کی طرف سب کو لوٹنا کر
جانا ہے۔

پھر فرماتا ہے:-

وَمَنْ آيَاتِهِ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَ
الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا مِنْ دَابَّةٍ
وَهُوَ عَلَىٰ جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَاءُ
قَدِيرٌ۔ (الشوری - رکوع ۳)

اور اس کی نشانیوں میں سے آسمان و زمین کا پیدا کرنا ہے
اور ان دونوں کے اندر اس نے جو جاندار پیدا کرے
ہیں وہ ان کو جمع کرنے پر جب چاہے قادر ہے۔

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ زمینی اور آسمانی
سیاروں کی مخلوق کو خدا تعالیٰ جمع کرنے پر قادر ہے
اور ایک زمانہ ایسا آیا والا ہے کہ علوم سائنس کی ترقی
کے نتیجہ میں وہ آپس میں مل جائیں گے۔

یہاں ان اصولی انکشافات کا ذکر بھی ضروری ہے
جو قرآن کریم نے آج سے چودہ سو سال پہلے دنیا کو
بتائے اور جو اس سے قبل بیان نہ ہوئے تھے اور جن
کی تصدیق زمانہ حال کی تحقیقات سے بھی ہو چکی ہے۔

۱۔ قرآن کریم نے سب سے پہلے دنیا پر یہ عجیب
حقیقت منکشف کی کہ دنیا میں ہر چیز کا کوئی نہ کوئی فائدہ ہے

یعنی دنیا میں جو چیزیں بظاہر موزی اور بے فائدہ نظر آتی ہیں۔ ان کے اندر بھی اہم فوائد ہیں۔ اور ان کی پیدائش ہرگز غیر مفید نہیں۔ اور اصل غرض جس کے لئے انہیں پیدا کیا گیا ہے یہ ہے کہ وہ انسان کو فائدہ پہنچائیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

الحمد لله الذي خلق السموات
والارض وجعل الظلمات والنور
ثم الذين كفروا بآياته يعدلون۔

(انعام - غ)

یعنی سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ اندھیروں اور نور کو بنایا۔ گویا خدا ظلمات کا بھی خالق ہے۔ ظلمات سے مراد مصائب، تکالیف، آفات اور ان کے موجبات ہیں۔ اور نور سے مراد آرام و آسائش سکھ اور روشنی وغیرہ ہیں۔ ان سب پر غور کرنے سے خدا تعالیٰ کی حمد ہی ثابت ہوتی ہے۔ پھر فرماتا ہے

هو الذي خلق الموت والحياة

ليبلوكم ايكم احسن عملا۔ (المائد)

یعنی موت و حیات سب سے حمد ہی نکلتی ہے۔ کیا عجیب نظریہ ہے جو اسلام نے پیش کیا ہے۔ کہ موزی اشیاء کے متعلق بھی اگر غور کیا جائے تو ان میں بھی آپ کو فوائد ہی نظر آئیں گے۔ گویا قرآن کریم نے موزی اشیاء کے فوائد اور حکمتوں پر غور کرنے کی تعلیم دی ہے اور بتایا ہے کہ ان کو موزی اور بے فائدہ سمجھ کر تحقیق کرنے سے بے پروائی نہ کرنا بلکہ تجارب کرتے جانا آخر اسی نتیجہ پر پہنچو گے۔ کہ یہ بے فائدہ اور باطل نہیں ہے۔ تمام موزی اشیاء وغیرہ افادی پسلو بھی اپنے اندر رکھتے ہیں۔ صرف ان کا غلط استعمال نقصان دہ ہے۔ مثلاً چاقو قلم بنانا ہے لیکن

اگر کوئی شخص قلم کاٹنے کی بجائے اس سے اپنی ناک کاٹ لے تو اس کا اپنا قصور ہے۔ اس سے لوہے میں کان کی خاصیت رکھنے والے کی حمد پر کوئی حرف نہیں آسکتا۔ تمام اشیاء جو بظاہر موزی اور بے فائدہ ہیں۔ ان کی پیدائش کی غرض بھی نیک ہے۔ اور ان کا صحیح استعمال نفع رساں ہے۔ اگر ہمیں ان سے کبھی ضرر پہنچا ہے تو ان کا غلط استعمال ہے۔

قرآن کریم نے ہی سب سے پہلے اس حقیقت کا اظہار فرمایا کہ دنیا میں ہر چیز کا جوڑا ہے اور ہر شے میں نرمادہ یا مثبت اور منفی طاقتیں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ومن كل شئ زوجين

لعلكم تذكرون۔ (الذاریات غ)

پھر فرمایا۔

ومن كل الثمرات جعل فيها

زوجين اثنين۔ (رعد غ)

یعنی ہم نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا بنایا ہے اور ہر ایک پھل اور میوے کو بھی جوڑا پیدا کیا ہے یعنی نرمادہ مل کر مکمل نتیجہ پیدا کرتے ہیں۔ اور ان کی طاقتوں کا نشو و نما اور ان کا ظہور ہوتا ہے۔ ہر چیز بغیر جوڑے کے ناقص ہے۔ کیونکہ وہ اپنی جملہ قوتوں کے اظہار کے لئے جوڑے کی محتاج ہے۔

چند سال قبل یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ایٹم اپنی

ذات میں واحد ہے۔ اور اس میں جوڑا ہونے کا تصور

محقق نہیں مگر جولائی ۱۹۴۵ء میں برطانیہ کے ایک

ڈاکٹر نے سالہا سال کے تجربہ کے بعد یہ اعلان کیا ہے کہ

ایٹم بھی ۲۵-۲۵ حصوں میں تقسیم ہو سکتا ہے۔ جن میں آگے

کئی کئی جوڑے بن جاتے ہیں۔
اسی طرح علم کیمیا کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد
موجود ہے۔

مثل الذین ینفقون اموالہم
فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبت
سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ
حبۃ واللہ یشاء
واللہ واسع علیم۔ (البقرہ ۲۶۷)

اس آیت میں ان کیمیاوی تغیرات کی طرف اشارہ کیا گیا
ہے جو دانہ پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ایک سانسہ ان اس
چیز کو بخوبی سمجھتا ہے کہ اناج اُگنے کے محرکات کیمیاوی
اجزاء ہی ہیں۔ اور مختلف غلوں کے لئے مختلف کیمیاوی
اجزاء مناسب ہوتے ہیں۔ پھر بعض زمینیں غلاف کیمیاوی
اجزاء کا ذخیرہ ہوتی ہیں۔

۱۹۳۸ء میں جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ
حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؒ سے ملاقات کے لئے
پنجاب یونیورسٹی کے ایک پروفیسر مسٹر لوری آئے۔
اور کہنے لگے کہ میں گورنمنٹ کی طرف سے علم زراعت کے
شعبہ کا انچارج مقرر کیا گیا ہوں۔ میں ہندوستان کی
مختلف زمینوں پر تنجارب کر کے ان کیمیاوی اجزاء کا
مشاہدہ کر رہا ہوں اور میں اس سے قبل امریکہ میں بھی
کام کر چکا ہوں اور اس وقت ہندوستان میں مجھ سے
زیادہ ماہر اس علم میں کوئی نہیں۔

کہنے لگے کہ میری تحقیق کا پتہ یہ ہے کہ ہندوستان
میں ۲۱ سو فی ایکڑ گندم پیدا ہو سکتی ہے۔ حضرت
مرزا صاحب نے فرمایا۔ کہ یہ علمی ترقی اس شعبہ زراعت
میں قابلِ داد ہے لیکن قرآن مجید سے تو معلوم ہوتا ہے

کہ فی ایکڑ ۱۰۰ من گندم پیدا ہو سکتی ہے۔ اس پر وہ
بہت حیران ہوا۔ اور پروفیسر موصوف نے حضور سے
درخواست کی کہ مجھے یہ تحقیق لکھوادے جائے۔

جہاں تک فلسفیانہ امور کا تعلق ہے قرآن ہر چیز
کی حکمت اور فلسفی کو بیان فرماتا ہے۔ بلکہ حضرت بانیؑ
سلسلہ احمدیہ کے الفاظ ہیں:-

”قرآن کریم کا سچا فلسفہ نہ صرف سمجھ میں
ہی آتا ہے بلکہ روح کو اس سے معارف
حقہ کی ایک کامل روشنی ملتی ہے۔“
(نور القرآن حصہ دوم ص ۱۸)

پھر فرماتے ہیں:-

”یہ جدید فلسفہ اس سے بھی ترقی کر جائے
مگر پھر بھی میں سچ کہتا ہوں قرآن شریف
اس پر غالب ہے۔ جن لوگوں نے محنتیں
نہیں کیں۔ قرآن مجید کو تدبر سے نہیں
پڑھا وہ کیا جانتے ہیں۔“ (البلاغ لہجہ)

پھر فرماتے ہیں:-

”سورۃ الفاتحہ میں جو خدا تعالیٰ کی یہ چار
صفات بیان ہوئی ہیں کہ رب العالمین
الرحمان۔ الرحیم۔ مالک یوم الدین۔
اگرچہ عام طور پر یہ صفات اس عالم پر
تجلی کرتی ہیں لیکن ان کے اندر حقیقت
میں پیشگوئیاں ہیں۔ جن پر کہ لوگ بہت
کم توجہ کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چاروں صفات
کا نمونہ دکھایا۔ کیونکہ کوئی حقیقت بغیر
نمونہ کے سمجھ میں نہیں آسکتی۔ رب العالمین

کی صفت نے کس طرح پرانحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں نمونہ دکھایا۔ آپ نے عین ضعف میں پرورش پائی۔ کوئی مدرسہ یا مکتبہ نہ تھا جہاں آپ اپنے روحانی قوی اور دینی قوی کو نشوونما دے سکتے۔ کبھی کسی تعلیم یافتہ قوم سے ملنے کا موقع ہی نہ ملا۔ نہ کسی تعلیم کا ہی موقع پایا۔ اور نہ فلسفہ کے باریک اور دقیق علوم کے حاصل کرنے کی فرصت ملی پھر دیکھو کہ باوجود ایسے مواقع کے نہ ملنے کے قرآن شریف ایک ایسی نعمت آپ کو دی گئی جس کے علوم عالیہ اور حقہ کے سامنے کسی اور علم کی ہستی ہی کچھ نہیں۔ جو انسان ذرا سی سمجھ اور فکر کے ساتھ قرآن کریم کو پڑھے گا اس کو معلوم ہو جاوے گا کہ دنیا کے تمام فلسفے اور علوم اس کے سامنے ہیچ ہیں۔ اور سب حکیم اور فلاسفہ اس سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ (الحکم، ۱۹ اپریل ۱۹۷۸ء)

سائنس کا تعلق تمام مظاہر سے ہے جس کو قرآن کریم کی زبان میں "عالم شہادت" کہا جاسکتا ہے اور فلسفہ عالم شہادت کی انتہائی حقیقت یا ماہیت کو عقلی اور ذہنی بحث و تجویس اور دلائل کے ساتھ معلوم کرنے کا نام ہے۔ جو غیب کا دائرہ ہے اور جسے قرآن کی زبان میں عالم غیب کہہ سکتے ہیں۔

فلسفی عالم غیب کو تلاش کرتا ہے اور حقائق کے انتہائی علوم پر مطلع ہونا چاہتا ہے اس حقیقت الحقائق کی ماہیت سے واقف ہونا چاہتا ہے جو انتہائی اور آخری حقیقت ہے جو اشیاء کا باطن ہے جو باوجود

اشیاء میں شدت ظہور کے غیب الغیب ہے جس کا علم انسان کے حواس و قیاس اور ادراک و فہم و عقل کے لئے مستور ہے۔ اس غیب کے علم کی طلب انسانی فطرت میں داخل ہے اور اس کی جستجو اور طلب ہی اسے حیوان سے ممتاز کرتی ہے۔

لیکن انسانی فطرت میں غیب کے علم کی طلب و خواہش کی تشفی بھی ضروری تھی۔ سو اس بارہ میں قرآن کریم یہ تعلیم دیتا ہے۔

عالم الغیب فلا یظہر علی
غیبہ احداً الا من ارتضى

من رسول۔ (الحج، آیت ۱۷)

یہاں اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے کہ اگرچہ انسان کو غیب کا علم نہیں۔ اس کے حواس اور عقل اور تمام ذرائع علم اس کے حصول کے براہ راست قابل نہیں لیکن اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو کسی ذریعہ سے اپنے غیب کا علم انسان کو دے سکتا ہے۔ اور اسی ذریعہ کا نام قرآن کریم کی اصطلاح میں رسول ہوتا ہے۔

پس جب انسان غیب کے علم کو بذات خود حاصل نہیں کر سکتا۔ اور یہ علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی رسولوں کے ذریعہ عطا فرماتا ہے۔ تو پھر حقائق عالم یا جن کو فلسفہ کی اصطلاح میں انتہائی حقیقت کا علم یا انتہائی علوم حقائق کہا جاتا ہے۔ ان پر مطلع ہونے کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ انسان اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے اس حقیقت کی نشان دہی قرآن ان الفاظ میں فرماتا ہے۔

وما کان اللہ لیطالعکم علی الغیب
ولکن اللہ یختبى من رسالہ من یشاء

فامنوا باللہ درسلہ۔

رآل عمران رکوع ۱۸-آیت ۱۴۹

ترجمہ :- اور اللہ تمہیں غیب پر ہرگز آگاہ نہیں کر سکتا تھا۔ ہاں اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے سو تم اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔

غرض اس طرح انسان کے لئے انتہائی حقائق یا غیوب کو جس کے بغیر قرآن کریم کی رو سے انسان روشنی سے قطعاً محروم رہتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ومن لم یحصل اللہ لہ نوراً فمنا

لہ من نور۔ (النور۔ رکوع ۵)

اور جس کے لئے اللہ نور نہ بنائے اس کو کہیں سے نور نہیں ملتا۔

غناصہ کلام یہ کہ جب عقل حقائق اشیاء کا علم حاصل نہیں کر سکتی۔ جو غیب کا دائرہ ہے۔ اور عقل کی دسترس سے باہر ہے۔ تو پھر عقلاً یہ لازم آتا ہے کہ عقل کو محسوس و فراق دیا جائے۔ اور اس کی قابلیت اور قدرت کی حد بندی کر دی جائے۔ اور اس کا اصل دائرہ عالم مظاہر یا شہادت یعنی سائنس کو قرار دیا جائے نہ کہ عالم غیب کو۔ جس طرح بصارت ایک خاص فاصلہ سے آگے نہیں دیکھ سکتی اور سماعت اپنے عمل کے لئے ایک مخصوص دائرہ چاہتی ہے۔ جس کے بعد وہ بیکار ہے اسی طرح عقل انسانی کا بھی ایک محدود دائرہ ہے۔ جس میں وہ عمل کرتی ہے۔ اگر وہ اس سے باہر جائے گی۔ تو بیکار ثابت ہوگی۔

عقل کا دائرہ ایسے واقعات سے تعلق رکھتا

ہے جو تجربہ میں آچکے ہیں۔ اس سے آگے عقل نہیں جاسکتی قرآن کریم نے جن غیبی حقائق کو پیش کیا ہے وہ ہرگز خلاف عقل نہیں۔ جس دائرہ کا علم اللہ تعالیٰ انبیاء کے ذریعہ ہی عطا فرماتا ہے۔ اس دائرہ میں ہمیں اپنی عقل کی روشنی سے نہیں بلکہ خدا اور اس کے رسول کی دی ہوئی روشنی کے سہارے ہی سے چلنا چاہیئے اپنی عقل کو خدا تعالیٰ کے علم کے تابع کرنے سے انسان بے عقل یا پاگل نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ ناقص ہی کہلا سکتا کیونکہ انسانی عقل جزئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عقل کل ہے۔ اور ہماری عقل جزئی ہونے کی وجہ سے کل کا علم حاصل نہیں کر سکتی :

تشخیص بحث کے سلسلہ میں

قائدین اصلاح کی قابل قدر مساعی

تشخیص بحث کے سلسلہ میں محکم قائد صاحب ضلع سرگودھا لاہور اور بہاولپور نے قابل قدر کام کیا، بقیہ قائدین اصلاح سے خصوصی طور پر درخواست ہے کہ اپنے ضلع کا جائزہ لیں اور جن مجالس کے بحث ابھی تک مرکز میں نہیں سمجھوائے گئے جلد سمجھوائیں۔ جن مجالس کے بحث ابھی تک مرکز میں نہیں پہنچے ان کی لسٹ قائدین اصلاح کو ارسال کر دی گئی ہے :

ہتم مال خدام الاحمدیہ مرکز

ربوہ

ترتیب تدوین قرآن

قرآن کریم کا ایک ایک لفظ خدائی تزیلی ہے
یعنی خدا کا لفظ ہے۔ جو بغیر تو توسط جبریل کے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل و ظاہر کیا گیا یا توسط
جبریل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا
اور پھر حضور نے وہ کلمات دہرائے اور دوسرے
صحابہ کو یاد کوائے۔ اور یہ صرف زبانی طور پر ہوتا
رہا۔ کبھی ایسا بھی ہوا۔ کہ حضرت جبریل کو کی تحریر
سامنے لاتے۔ اور پھر خود ہی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو سناتے جسے حضور ساتھ ساتھ یاد
کر لیتے۔ (زر قانی)

قرآن کریم اس صورت میں ۳۳ سال تک
نازل ہوتا رہا۔ کسی وقت کئی آیات یا دو تین
آیات کی صورت میں اور کبھی چھوٹی چھوٹی سورتوں
یا ایک دو رکوع کی شکل میں اترتا رہا۔ اور اس کے
ساتھ ہی تفہیم ہو جاتی رہی۔ کہ فلاں آیت کو فلاں
سورۃ اور فلاں فلاں آیتوں کو فلاں فلاں سورتوں
میں رکھو۔ چنانچہ اس زمانہ میں قرآن کریم کی ترتیب
و تدوین بھی ساتھ ہی ساتھ ہوتی رہی (بخاری)
صحابہ کرام ساتھ ساتھ یاد بھی کر لیتے تھے
چار صحابی بالخصوص ایسے تھے۔ جن کا نام لیکر خدا تعالیٰ
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا تھا کہ ان
کو قرآن پڑھانے یعنی یاد کراتے جاؤ۔ پھر وہ

دوسروں کو پڑھائیں۔ ان میں سے دو مکہ کے تھے۔
یعنی عبداللہ بن مسعود۔ سالم مولیٰ ابی عذافر۔
دوسرے دو مدینہ کے رہنے والے تھے۔ اور ان کے
نام ابی بن کعب۔ معاذ بن جبل ہیں۔

قرآن کریم کی ۸۶ سورتیں مکی ہیں۔ اور باقی
۲۸ سورتیں مدنی ہیں۔ مکی سورتیں وہ ہیں جو مکہ میں
نازل ہوئیں۔ یا مکہ کو سفر کرتے ہوئے راستے میں
نازل ہوئیں۔ مدنی سورتیں وہ کہلاتی ہیں۔ جو
مدینہ میں نازل ہوئیں یا مدینہ کو سفر کرتے ہوئے
(ہجرت کے وقت) راستے میں نازل ہوئیں۔ یا صلح
حدیبیہ یا فتح مکہ کے بعد مدینہ کو آتے ہوئے

کئی صحابہ کرام کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنے پاس قرآن کریم
کا کچھ حصہ لکھ کر رکھتے تھے۔ اکثر صحابہ لکھنا نہ جانتے
تھے۔ اس لئے زبانی ہی یاد کر لیتے تھے۔ تاریخ و
حدیث سے ثابت ہے کہ ۱۹ صحابہ لکھنا پڑھنا جانتے
تھے۔ اور کاتبان وحی کہلاتے تھے۔ جو آخر تک صحابی
رہے۔ بیسواں شخص جو کبھی لکھتا تھا۔ بعد میں
مرتد ہو گیا۔ اور خدا کے ایسے عذاب میں گرفتار
ہو گیا کہ اسی وقت یہودیوں کے لئے بھی عبرت کا
مقام بنا۔ (بخاری)

جب حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے اس وقت
ان کے بہنوئی سعید بن زید کے پاس چند ورقوں میں

علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ہی مرتب و مدون ہو چکا تھا۔ حضورؐ نے اور صحابہ کرام نے بھی قرآن کریم اسی ترتیب سے پڑھا۔ اور یاد رکھا اور نمازوں میں تلاوت کرتے رہے۔ اور اسی ترتیب کے ساتھ ہی ایک جلی صورت میں لکھوا کر حضرت حفصہؓ زوجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنی خلافت میں رکھوایا۔ جس کی چھ کاپیاں بعد میں حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت میں مکہ۔ کوفہ۔ بصرہ۔ دمشق۔ مصر وغیرہ میں بھیجوائیں۔

ترتیب سور قرآنی بلحاظ نزول

۱۔ العلق	۱۷۔ ناعون
۲۔ ن والقلم	۱۸۔ کافرون
۳۔ المزمل	۱۹۔ نیل
۴۔ المدثر	۲۰۔ فلق
۵۔ فاتحہ	۲۱۔ الناس
۶۔ لب	۲۲۔ اخلص
۷۔ تکویر	۲۳۔ نجم
۸۔ اخلاقی	۲۴۔ عبس
۹۔ البیل	۲۵۔ قدر
۱۰۔ الفجر	۲۶۔ شمس
۱۱۔ الضحیٰ	۲۷۔ بروج
۱۲۔ الم نشرح	۲۸۔ تین
۱۳۔ والعصر	۲۹۔ قریش
۱۴۔ والحادیات	۳۰۔ قارعة
۱۵۔ کوثر	۳۱۔ قیامتہ
۱۶۔ نکاتر	۳۲۔ حمزہ

لکھا ہوا۔ ستر آن تھا۔ جس کو حضرت خبابؓ پڑھ رہے تھے ان اوراق کو ہاتھ لگانے سے حضرت عمرؓ کو ان کی بہن حضرت فاطمہؓ نے روک دیا تھا کہ تم ناپاک ہو۔ پہلے نہالو۔ پھر ان کو پڑھو۔ چنانچہ انہوں نے غسل کیا پھر وہ اوراق پڑھے۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لائے (بخاری، بخاری شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد درج ہے۔ کہ جبریل ہر سال رمضان کے مہینے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کریم کا دور کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری سال انہوں نے رمضان مبارک میں دو دفعہ قرآن کریم کا دور کیا۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سمجھا کہ اب آپ خدا کو پیار سے ہونے والے ہیں۔ یہ بات خود حضورؐ نے اپنی آخری بیماری میں فرمائی۔ (بخاری)

ترتیب نزول کے لحاظ سے قرآن کریم کی سورتوں کے نمبر بلحاظ نزول درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ سورۃ فاتحہ جو ترتیب و تدوین قرآن میں پہلے نمبر پر ہے۔ نزول کے لحاظ سے پانچویں سورۃ ہے اور اسی طرح سورۃ بقرہ جو موجودہ ترتیب کے لحاظ سے دوسرے نمبر پر ہے نزول کے لحاظ سے ۸۷ نمبر پر آتی ہے۔

قرآن کریم کا نزول واقعات عالم رخوہ صحابہ کرام سے متعلق ہوں یا مکہ والوں سے یا دیگر قبائل متعلق ہوں کے مطابق ہوا۔ اور جس ترتیب میں دنیا کے سامنے پیش کیا گیا۔ وہ بلحاظ تعلیم تدریس کے ہے۔ اور موجودہ سورت میں آنحضرت صلی اللہ

۳۳- مرسلات	۵۴- حجر	۷۵- اتم سجدہ	۹۵- محمد
۳۴- ق	۵۵- انعام	۷۶- طور	۹۶- رعد
۳۵- البلد	۵۶- صافات	۷۷- ملک	۹۷- رحمان
۳۶- الطارق	۵۷- لقمان	۷۸- حاقة	۹۸- دھر
۳۷- قمر	۵۸- سبا	۷۹- معارج	۹۹- طلاق
۳۸- ص	۵۹- زمر	۸۰- نبا	۱۰۰- بئینہ
۳۹- اخراٹ	۶۰- مومن	۸۱- نازعات	۱۰۱- حشر
۴۰- جن	۶۱- ختم سجدہ	۸۲- انفطار	۱۰۲- نور
۴۱- یس	۶۲- شوری	۸۳- انشقاق	۱۰۳- حج
۴۲- شرفان	۶۳- زخرف	۸۴- روم	۱۰۴- منافقون
۴۳- فاطر	۶۴- دخان	۸۵- عنکبوت	۱۰۵- مجادلہ
۴۴- مریم	۶۵- جاثیہ	۸۶- تطہیف	۱۰۶- حجرات
۴۵- طہ	۶۶- احقاف	۸۷- بقرة	۱۰۷- تحریم
۴۶- واقعة	۶۷- ذاریات	۸۸- انفال	۱۰۸- تغابن
۴۷- شعراء	۶۸- غاشیہ	۸۹- آل عمران	۱۰۹- صفت
۴۸- نمل	۶۹- کہف	۹۰- احزاب	۱۱۰- جمعہ
۴۹- قصص	۷۰- نحل	۹۱- ممتحنہ	۱۱۱- فتح
۵۰- بنی اسرائیل	۷۱- نوح	۹۲- نساء	۱۱۲- مائدہ
۵۱- یونس	۷۲- ابراہیم	۹۳- زلزال	۱۱۳- توبہ
۵۲- ہود	۷۳- انبیاء	۹۴- حدید	۱۱۴- نصر
۵۳- یوسف	۷۴- مومنون		

نیاسال اور نیا عزم :- مجلس خدام الاحمدیہ کا نیا سال یکم نبوت / نومبر سے شروع ہو چکا ہے قارئین
خدام الاحمدیہ سے درخواست ہے کہ وہ اس نئے سال کا کام ایک نئے
جوش اور عزم کے ساتھ شروع کریں اور اپنی مجالس کو بیدار کر کے خدام الاحمدیہ کی فعال مجالس کی فہرست میں شامل
کریں۔
(رہتم مال خدام الاحمدیہ مرکز یہ - ریلوہ)

مسلمان تاجر کا مقام

تجارت کو دنیا میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ آج کسی ملک کی معاشی حالت کا انحصار بھی عموماً تجارت پر ہی ہوتا ہے۔ یہ تو تجارت کی مجموعی حیثیت ہے۔ لیکن عمومی لحاظ سے بھی تجارت ایک معزز پیشہ ہے اور ہمارے پیارے آقا بنی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنی معاشی زندگی میں اسی پیشہ کو اختیار فرمایا اسی طرح اکثر اکابر صحابہ بھی تاجر پیشہ تھے۔

تجارت میں اکثر دھوکا، فریب، اور نیکار ثانی الاموال کا رنگ پیدا ہوتا ہے یہ ایک کھٹن امتحان ہے جس میں وہی شخص کامیاب ہو سکتا ہے جو اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے راستے پر گامزن کرتا ہے۔ دیانت اور امانت کو اپنا شعار بناتا ہے۔ ایسا شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے عظیم الشان برکات اور انعامات کا وارث قرار دیا جاتا ہے کیونکہ جتنا امتحان مشکل ہوتا ہے۔ اتنا ہی اس کا انعام بھی عظیم ہوتا ہے۔

پس ایک مسلمان تاجر کا مطمح نظر صداقت اور امانت ہونا چاہیے۔ جیسا کہ ہمارے آقا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **التَّاجِرُ الصَّدُوقُ** **الْأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ** (مشکوٰۃ البیوع - ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی آتی ہے)

یہ کہ وہ تاجر جو اکثر سچ بولتا ہے اور اپنی چیزیں بچنے میں امانت و دیانت اختیار کرتا ہے وہ نبیوں اور صدیقوں کے ساتھ ہوگا۔ یعنی تجارت میں صدق اور امانت ایک ایسی نیکی ہے کہ اس کا حامل ترقی کرتے کرتے اپنی استعداد کے مطابق نبیوں اور صدیقوں کے زمرہ میں شامل ہو سکتا ہے اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان تاجر کے لئے صدق کا لفظ فرمایا جس کے معنی بہت سچ بولنے والے کے ہیں۔ گویا اس میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ مسلمان تاجر اپنی چیز کے نقائص ذرہ بھر بھی نہیں چھپاتا۔ بلکہ صاف گوئی سے کام لیتا، اور نرخ میں بھی سچائی کو مدنظر رکھتا ہے۔ اسی طرح لفظ امین میں بھی اس امر کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ کہ وہ ہر رنگ میں امن دینے والا ہوتا ہے یعنی اس کی امانت اور دیانت کے باعث خریدار مطمئن ہو جاتے ہیں اور ذرہ بھر بھی شبہ پیدا نہیں ہونے پاتا۔

مسلمان تاجر متوکل علی اللہ بھی ہوتا ہے وہ صرف خدا کو ہی اپنا رازق سمجھتا ہے اور خدا تعالیٰ کی تباہی ہوئی تدابیر پر عمل کرتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ اس کا بہتر سے بہتر نتیجہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ملے گا چنانچہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے **مَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ**۔ یعنی جو شخص بھی اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا خدا تعالیٰ اس کے لئے کافی ہوگا۔

”ابو کو دعا اور توکل کو اپنا شعار بنانا چاہیے۔ انابت الی اللہ کی حالت ہر دم قائم رکھنی چاہیے۔ اور خدا کی راہ میں شہید کرنے میں خوشی محسوس کرنی چاہیے۔“

مسلمان تاجر متقی ہونا چاہیے۔ یعنی ہر حالت میں خدا تعالیٰ کا تقویٰ مد نظر رکھنا چاہیے۔ چونکہ تجارت میں اتنا چڑھاؤ اور نفع نقصان کے ساتھ ہزاروں خطرات بھی ہوتے ہیں۔ مگر متقی انسان خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے ان خطرات میں ثابت قدم رہتا ہے۔ اور یقین رکھتا ہے کہ خدا کوئی نہ کوئی راہ اس کے لئے کھول دے گا۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَزِدْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ یعنی جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ خطرات سے امن میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ ہر مشکل سے اسے نکال لیتا ہے اور ایسے طریقوں سے اسے رزق دیتا ہے جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتے۔ ایک مومن تاجر کی ایک شان یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ جب تو لٹتا ہے تو تول پورا کرتا ہے اسی طریق سے دوسروں کو بھی دیتا ہے وہ ہمیشہ خدا تعالیٰ کے اس وعید سے ڈرتا رہتا ہے۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا كَانُوا عَلَى النَّاسِ لِيَتَوَفَّوْنَ هُوَ وَإِذَا كَانُوا لَهُمْ أَوْ ذَرُّهُمْ يُخْسِرُونَ - أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ - لِيَوْمٍ عَظِيمٍ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ هُ كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَارِ لَفِي سَعَجِينَ ه ترجمہ۔ سودا سلف میں وزن کم کر کے دینے والوں کے لئے عذاب ہی عذاب ہے، ان کے لئے جو

(باقی دیکھو)

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم بھی تجارت پیشہ تھی لیکن وہ لوگ ٹھگی اور فریب کاری سے کام لیتے تھے خدا تعالیٰ قرآن کریم میں حضرت شعیب کی زبان سے انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے - بَقِيتُ اللّٰهَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (ہود - ۸۷) یعنی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل اور سمجھ اور قابلیت تمہارے لئے کافی ضمانت ہے کہ اگر تم ترقی کرنا چاہتے ہو۔ تو خدا کی دی ہوئی قابلیتوں کو بروئے کار لاؤ ورنہ ٹھگی اور فریب کاری کے ذریعہ سے تو تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

ایک مسلمان تاجر ہر وقت خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے اور دست باکاردل بایار کا مصداق ہوتا ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ مسلمان تاجروں کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ رِجَالٌ لَا تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ه (النور ۳۸-۳۹)

ترجمہ یہ ذکر نیوالے کچھ مرد ہیں جن کو اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ کے دینے سے نہ تجارت اور نہ سودا بچنا غافل کرتا ہے۔ وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل الٹ جائیں گے۔ اور آنکھیں پلٹ جائیں گی نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ ان کو ان کے اعمال کی بہتر سے بہتر جزا دے گا اور ان کو اپنے فضل سے مال و اولاد میں بڑھا دے گا۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔ اس آیت میں اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ مسلمان

حافظہ قدرت اللہ صاحب
سابق مبلغ ہالینڈ

دنیا سے اسلام

Digitized By Khilafat Library-Rabwah

ایک تاریخی اور واقعاتی جائزہ

تاریخ سے یہ امر ثابت ہے کہ اسلام اپنی پہلی
صدی میں ہی عرب سے نکل کر دو پیش کے بہت سے
مالک میں پھیل گیا۔ اور پھر جلد ہی ان پر چھا گیا۔ اس
حقیقت کو سہولت کے ساتھ سمجھنے کے لئے کہ اسلام
کا پھیلاؤ اپنی درست اور زمانہ کے لحاظ سے کیسے عمل
ہو آیا۔ ہم اسے موٹے طور پر سات حصوں میں تقسیم
کر سکتے ہیں۔

۱۔ عربوں کا زمانہ

یہ زمانہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔

۱۔ خلافت راشدہ۔ حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں
شام اور عراق میں اسلام کے پاؤں لگ گئے۔ حضرت عمرؓ
کے زمانہ میں عظیم الشان ایرانی سلطنت اور بعض اور قریب
کے علاقے اسلام کے زیرِ نگیں آ گئے۔ حضرت عثمانؓ اور
حضرت علیؓ کے عہد میں افریقہ کا شمالی ساحل اور مشرق
درمیان کے ترک ترک کے علاقے اسلام کے زیرِ اثر آ گئے
مشہور جنگیں اس عرصہ میں یہ تھیں۔

جنگ یدموک (شام) ۶۳۶ء میں۔

جنگ قادسیہ (ایران) ۶۳۷ء میں۔

فتح مصر ۶۴۰ء میں

یہ زمانہ تیس سال کا تھا یعنی ۶۳۲ء سے ۶۶۱ء تک
ب۔ بنو امیہ کا زمانہ۔ قریباً یکصد سال۔
دار الخلافہ دمشق۔ معاویہؓ ۶۶۱ء میں بادشاہ ہوئے
بنو امیہ کے بادشاہوں میں ولید بڑی شان کا بادشاہ
تھا۔ سپین میں طارق اور سندھ میں محمد بن قاسم
آئے۔ سپین کا حال آگے ملاحظہ فرمائیں، بنو امیہ
کا زمانہ ۷۵۰ء تک رہا۔

ج۔ بنو عباس کا زمانہ کوئی دو صد سال رہا دار الخلافہ
بغداد۔ بنو عباس خراسانی شیعوں کے ساتھ
برسرِ اقتدار آئے۔ بنو عباس کے بادشاہوں میں
ہاموں کا بیٹا ہارون الرشید بہت شان کا بادشاہ
تھا۔ اس عہد میں اسلامی علوم کا چرچا تھا۔ خصوصاً
احادیث اور فقہ کے علوم کا۔ سو سال بعد بنو عباس
مذہور ہو گئے۔ خراسان الگ ہو گیا۔ اسی طرح عرب
بھی الگ ہو گئے۔ مصر اور شمالی افریقہ بنو فاطمہ
کے زیرِ نگیں آ گئے۔ خراسان کا مشہور بادشاہ
محمود غزنوی ہوا۔ جس نے ہندوستان پر ۱۰۰۰ حملے کئے
اور ہندوؤں کے زور کو توڑ کر رکھ دیا۔ اور اسلامی حکومت
کے لئے راستہ ہموار ہو گیا۔

۹۵۰ء سے ۱۰۵۰ء تک فسادات کا زمانہ رہا۔

جس کے بعد تاریخ کا ایک دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔

۲۔ ترک سلجوق

دسویں تا سترہویں صدی (یعنی دوسرا سال
ان کا پہلا بادشاہ تغرل ہوا۔ جس کی وفات ۱۰۶۳ء میں
ہوئی۔ نظام الملک۔ ان میں ایک مشہور سیاستدان ہوا
ہے۔ اس عہد میں اسلامی سلطنت انتشار کے بعد پھر
ایک دفعہ مجتمع ہوئی۔ صرف مصر اور سپین اس سے باہر
رہے۔ یہ زمانہ علوم کی ترقی کا تھا۔ صلیبی جنگیں اسی عہد
میں لڑی گئیں۔ ان جنگوں کے متن میں صلاح الدین ایوبی
کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ سترہویں میں پھر زوال
شروع ہو گیا۔

۳۔ مغلیہ عہد

سترہویں تا سترہویں صدی (یعنی ۲۵۰ سال)
سترہویں میں وسطی ایشیا سے مغل آٹھے چنگیز بنان اور
ہلاکو خان دو بڑے قابل ذکر بادشاہ ہوئے جنہوں
نے یورپ اور ایشیا کو ہلا کر رکھ دیا۔ ہلاکو خان کے نام
کے ساتھ بغداد کی تباہی ۱۲۵۸ء کو تعلق ہے۔ سب
کچھ وہاں نیست و نابود کر دیا۔ مگر اسلام کو نہ ٹٹا سکے
بلکہ مہال کے اندر خود اس کا شکار ہو گئے۔ ایران میں
مغلوں کی حکمرانی ۱۳۵۸ء تک رہی۔ پھر تیمور کا زمانہ
شروع ہوا تاہم جس نے روس اور چین تک تاخت
و تاراج کیا اور ادھر سلطان ترکی کو بھی زیر نگین کیا
تیمور کے جانشینوں نے اس کے بعد ۱۰۰ سال
حکومت کی۔ مگر اس عہد میں بھی زوال آنا
شروع ہو گیا۔

یہ عہد اپنے رنگ کا علمی زمانہ تھا شاہ شمس تبریز
جلال الدین رومی، شیخ محی الدین ابن عربی، حافظ اور
سعدی اس عہد میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۴۔ چوتھا دور

یہ دور کوئی تین صد سال کا ہے (سترہویں تا ۱۸۰۰ء)
اور تین حصوں پر مشتمل ہے۔

۱۔ صفوی دور۔ (شیعہ ایرانی) یہ دور ایران
میں گویا شیعہ عہد حکومت کی ابتداء تھا۔ پہلا بادشاہ
اسماعیل صفوی ہوا۔ ایران کے لئے یہ بڑے عروج کا زمانہ
تھا۔ صفویوں کی ایران کے علاوہ افغانستان اور
عراق کے بعض حصوں پر بھی حکومت تھی۔

ب۔ دوسری طرف عثمانی ترک تھے۔ جو ترکی کے
علاوہ عرب۔ شام۔ مصر اور بحیرہ کے حصوں پر قابض
تھے۔ ترکی میں محمد سلیم اور سلیمان قابل ذکر بادشاہ
تھے۔ سلیم نے مصر۔ شام اور حجاز فتح کر کے خلیفہ
کا لقب اختیار کر لیا۔ اور سلیمان ۱۵۶۶ء
یوگوسلاویہ۔ پولینڈ اور آسٹریا تک حکمران تھا یعنی
ایران سے جرمنی تک اس کی حکومت تھی۔ بحری بیڑہ
بھی بہت مضبوط تھا۔ مگر پھر ترکوں اور ایرانیوں
کی جنگیں شروع ہو گئیں ورنہ ترکوں کی فتوحات کے پیش نظر
آج عیسائی یورپ کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔

ج۔ ہندوستان میں مغلوں کا عروج بھی اسی زمانہ
میں تھا۔ تیمور کی نسل یہاں حکمران تھی جس میں اکبر
شاہجہان۔ جہانگیر اور اورنگ زیب مشہور بادشاہ
گزرے ہیں مغلوں کے زمانہ میں ہندوستان کی حکومت
ایک نہایت شان کی حکومت تھی۔

۵۔ پانچواں دور

یہ دور آخری زمانہ میں ترکوں اور مغلوں کے انحطاط اور زوال کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ صفوی بھی ایران میں ۱۵۰۱ء میں ختم ہو گئے۔ ہندوستان میں سنہ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے قدم جمانے شروع کر دیئے اور ۱۸۵۷ء میں مغلوں کا مکمل خاتمہ ہو گیا بہادر شاہ ظفر آخری بادشاہ تھا۔ ترکی کو جنگ عظیم میں جرمنی کا ساتھی بن کر سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ اس شکست کے نتیجہ میں ترکی کے تمام مقبوضات ختم ہو گئے جو انگریزوں اور فرانسیسیوں نے آپس میں بانٹ لئے۔ اس آخری دور میں مصر کو پھر محمد علی - ترکی کو مصطفیٰ کمال اور ایران کو رضا شاہ پہلوی جیسے لیڈر ملے جو قابل ذکر ہیں۔

۶۔ سپین میں بنو امیہ

یعنی کوئی سات سو سال دہاں ان کی حکومت رہی۔ طارق سپین کا فاتح تھا۔ اور غرناطہ صدر مقام۔ سلطنت عظیم الشان تھی۔ اسلامی علوم اور دوسرے علوم کے دریا بہتے تھے۔ یورپ نے بہت کچھ ان سے سیکھا۔ انجام کار آپس کی نا اتفاقی اور دغا بازی کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئے۔

۷۔ انڈونیشیا میں اسلام

انڈونیشیا سے اسلام کا پہلا تجارتی عرب تاجروں کے ذریعہ سے ہوا۔ جو چین جایا کرتے

تھے۔ یہ آٹھویں صدی عیسوی کی بات ہے۔ ملاکا اس زمانہ میں تجارت کا اہم مرکز تھا۔ چنانچہ شمالی سماٹرا میں گیارھویں صدی میں مسلمانوں کا ثبوت ملتا ہے جس کا ذکر مارکو پولو۔ ایسلن سیاح رافلز اور صدی، اور ابن بطوطہ مشہور عرب سیاح ۱۴ویں صدی نے اپنے سفر ناموں میں کیا ہے۔ جاوا میں ۱۵ویں صدی میں اسلام کا خاصہ ذکر ہے اور ۱۶ویں صدی میں دہاں کافی وسعت کے ساتھ مسلمان پھیل چکے تھے۔

اسلامی دنیا کے اس سرسری سے تاریخی جائزہ کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تعداد اور کیفیت کے لحاظ سے بھی مسلمانوں کا کچھ ذکر ہو جائے تا یہ اندازہ ہو سکے کہ مسلمان دنیا میں کس قدر ہیں اور کس کس ملک میں ان کی کتنی تعداد ہے۔ یہ معلومات بڑی محنت اور احتیاط کے ساتھ جمع کی گئی ہیں اور متعدد قابل اعتماد ذرائع پر مبنی ہیں۔ جائزہ پیش خدمت ہے:-

ایشیاء

کل آبادی = ۲۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰

مسلمان = ۲۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰

فیصد مسلمان = ۲۳.۷۵%

افریقہ

کل آبادی = ۳۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰

مسلمان = ۱۴۶۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰

فیصد مسلمان = ۴۷.۱%

یورپ

کل آبادی = ۶۷۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰

۱۳۔ بھوشہ	۲۷۔ سما لیا
۱۴۔ عراق	۲۸۔ ملا دی
۱۵۔ سعودی عرب	۲۹۔ جورڈن
۱۶۔ بلشیا	۳۰۔ چاڈ
۱۷۔ یمن	۳۱۔ موریطانیا
۱۸۔ شام	۳۲۔ لبیا
۱۹۔ ٹیونس	۳۳۔ گھانا
۲۰۔ کشمیر (جموں)	۳۴۔ یوگنڈا
۲۱۔ کینیا	۳۵۔ سیام
۲۲۔ مالی	۳۶۔ ملا فازی
۲۳۔ ٹائیجر	۳۷۔ لبنان
۲۴۔ تنزانیہ	۳۸۔ کیمرون
۲۵۔ سنگا ل	۳۹۔ اوپرو ولسا
۲۶۔ فلپائن	۴۰۔ برما

دنیا کی کل آبادی = ۳۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰
دنیا کے کل مسلمان = ۴۵۴۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰
مسلمان فیصد = ۱۵.۱%

۱۔ دنیا کے مسلمان = ۶۱۷,۰۰۰,۰۰۰
۲۔ عیسائی = ۹۲۲,۸۵۰,۰۰۰
۳۔ ہندو = ۳۳۰,۰۰۰,۰۰۰
۴۔ کنفیوشس = ۲۲۸,۰۰۰,۰۰۰
۵۔ بدھ = ۲۳۰,۰۰۰,۰۰۰
۶۔ شیخو ارم = ۳۲,۸۵۰,۰۰۰
۷۔ یہودی = ۱۳,۸۵۰,۰۰۰

نوٹ - وہ لوگ جو کسی خاص مذہب کے ساتھ متعلق نہیں بلکہ

۳۲ ملکات میں مسلمان و فیصد یا اس سے زیادہ ہیں

۸	۶	۵	۷	۱۰	۱۵
۴	۶	۷	۱۰	۱۵	۲۰
۶	۷	۱۰	۱۵	۲۰	۲۵
۱۱	۱۰	۹	۸	۷	۶
۵	۶	۷	۸	۹	۱۰
۲۵	۲۰	۱۵	۱۰	۵	۴

۴۰۔ بڑے مسلمان ممالک - تعداد کی ترتیب کے ساتھ ذیل

ہیں درج ہیں :-

۱۔ پاکستان	۷۔ ترکی
۲۔ انڈونیشیا	۸۔ مصر
۳۔ ہندوستان	۹۔ ایران
۴۔ چین	۱۰۔ افغانستان
۵۔ روس	۱۱۔ سوڈان
۶۔ نائیجیریا	۱۲۔ الجبیریا

حیاتیاتی نظام مواصلات

دستِ تخلیق کا بے مثال کرشمہ — خلیہ،
لاکھوں برس تک ایوانِ حیات کو سہارا دیئے کائنات
کی بیکراں دستوں میں زندگی کی کو کا محافظ رہا۔ بڑھتی
پہنچتی زندگی نے ننھے خلیہ کے لئے بہت سی نئی ذمہ داریاں
پیدا کر دیں۔ اب خلیہ تنہا نہ تھا۔ بلکہ کروڑوں
خلیے بھی جُملہ البقاء میں مصروف تھے۔ چنانچہ ان
اسن پسند خلیوں نے مشورہ کیا کہ بھلے آدمیوں کی طرح
بجائے اس کے کہ ہم دوسروں کے چٹے میں ٹانگ اڑائیں
بہتر ہوگا اگر ایک اچھے معاشرہ کی بنیاد رکھ دی جائے
اور سب مل جل کر کام کریں۔ یہ خلیے بڑے بھلے مانس
تھے انہوں نے اقوام متحدہ کے مندوبین کی طرح صرف
اپنے ملک کے فائدہ کی خاطر ہی نہیں بلکہ ہمہ گیر بہبود
کی بنیاد ڈالی اور تقسیمِ کار یوں کی کہ تمام خلیے یوں اپنے
اپنے فرائض سرانجام دیں۔ کہ ان میں سے کوئی بھی آزاد
ریاست کا اعلان نہ کر بیٹھے۔ چنانچہ جسمِ انسانی کے
کچھ خلیوں کو ہستی یادوں کو دہرا نا پسند آیا۔ جنگجو
خلیوں نے جسم کے بیرونی دشمنوں کے خلاف مورچے
سنبھال لئے۔ کچھ نے جسم کو قوت پہنچانے کا ذمہ لیا
تو کچھ نے پیغامِ رسانی کا۔ الغرض تمام خلیوں نے اپنے
اپنے فرائض سنبھال لئے اور جسم کی بہبود کے لئے جُستگئے
آئیے آج ان خلیوں سے ملیں۔ جو ہمارے جسم
کے پیغامِ رساں ہیں۔ وہ دیکھئے ایک صاحبِ ہر ہر ہم پر

ٹیلیفون کر رہے ہیں۔ یہ تو ہنگامی پولیس کے امدادی
مرکز کا نمبر ہے۔ لیکن شاید یہ بھی اپنے امدادی سے
مخاطب ہیں۔ اور یہ سلسلہ زلفِ دراز "حرام مغز کی
بٹی تک جا پہنچا ہے۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ بائیں ہاتھ کی
دوسری انگلی کے سرے پر درجہ حرارت غیر معمولی طور
پر بڑھ گیا ہے۔ جو جلد کے لئے خطرناک ہے۔ امدادی
کارکنان کو جائے حادثہ پر بھیجئے۔ تاکہ وہ ہفتوں کے بچاؤ
کی تدبیر کر سکیں۔"

یہ پیغام متعلقہ افسروں تک جا پہنچا ہے انہوں نے
پیغام کی نوعیت کے مد نظر پیغام رساں خلیوں کے ایک
دوسرے نظام کو متعلقہ ہدایات جاری کی ہیں۔ یہ خلیے
اس پیغام کو فوراً جائے حادثہ کے قریبی عضلات تک
پہنچاتے ہیں اور ان ہدایات کے تحت عضلات میں حرکت
پیدا ہوتی ہے۔ اور انگلی حرارت کے منبع سے پرے ہٹا
لی جاتی ہے۔ تھتہ یوں تھا کہ آپ کا ہاتھ اچانک موم تپتی
کے بھرکتے شعلے کے بہت قریب جا پہنچا تھا۔ حرارت
میں یکدم اضافہ کی خبر فی الفور پہنچی اور آپ نے ردِ عمل
یوں ظاہر کیا کہ فوراً ہاتھ کھینچ لیا۔

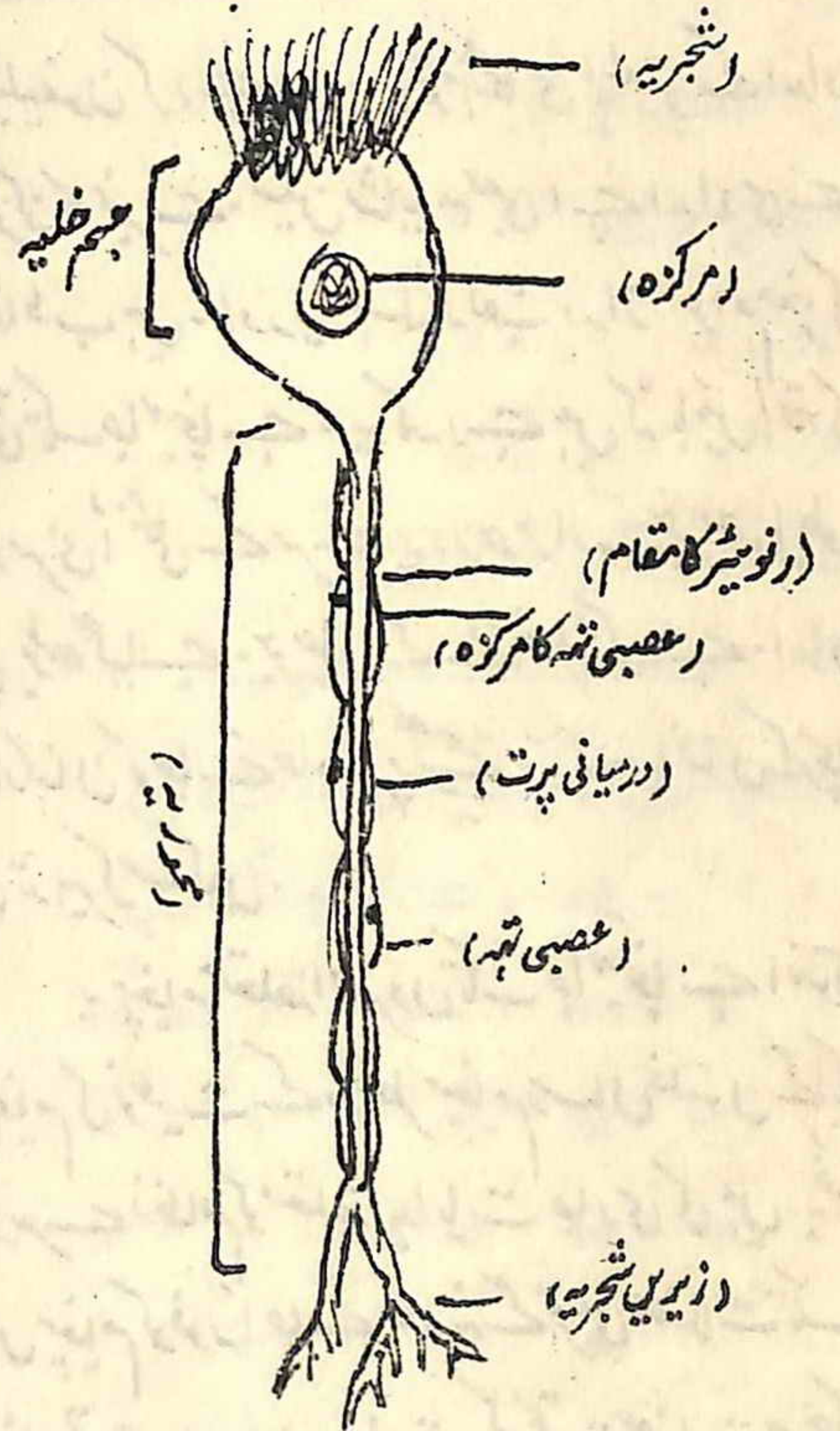
آپ انتہائی تیز روشنی میں یکدم آنکھیں بند کر لیتے
ہیں۔ کسی معمولی زخم سے رستا خون خود بخود بند ہو جاتا
ہے۔ ہلکا ہلکا ہیج کے خلاف آپ فوری ردِ عمل ظاہر
کرتے ہیں۔ کیا آپ نے کبھی سوچا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔

ایک مرکزی نظام جس میں دماغ اور نخاع شریک ہیں اور
دوسرا خود اختیاری نظام (Autonomic system) جو عقود اور ان کے ریشوں سے مرکب ہے۔ یہ
غیر ارادی افعال کی انجام دہی کا ذمہ دار ہے۔ ارادی افعال
کا منبع مرکزی نظام اعصاب ہے۔

غیر ارادی افعال وہ ہیں جن پر ہمیں قابو نہ ہو اور
وہ خود بخود انجام پاتے رہیں۔ یا یوں کہئے۔ کہ ہماری
عکسی حرکات کو ان افعال کا نام دیا جاسکتا ہے۔ ارادی
افعال وہ ہیں جو ہم اپنی پسند یا ناپسند کرتے ہیں۔
عصبی خلیے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک حسی
(Sensory) اور دوسرا حرکی (Motor) نیز روشنی
کا جھپکا کا آیا۔ اور آپ نے یکدم آنکھیں بند کر لیں تاکہ
آپ کی بصارت محفوظ رہے۔ آپ جانتے ہیں کہ روشنی
کی ماہریت برتناطیسی (Electro-magnetic) ہے۔
انسانی آنکھ ۸۰ تا ۷۰ ملی میٹر

(Millimicron) طول موج کی روشنی سے متاثر
ہوتی ہے۔ روشنی آنکھ کے اندرونی پردوں سے گزر کر
شکبیہ (Retina) پر پڑتی ہے جس میں ایک مخصوص
مادہ رنگی Retinene پایا جاتا ہے روشنی اس
مادہ کی برقی-کیمیائی ماہریت میں تبدیلی پیدا کرتی ہے
۷۰۰ - ۳۸۰ nm طول موج کی روشنی کے اثرات
مختلف ہوتے ہیں شکبیہ کے پیچھے مخصوص خلیے پائے
جاتے ہیں جنہیں Rods and cones کا
نام دیا جاتا ہے۔ Rods خلیے شباء کے رنگ کے
غلاہ روشنی کے ذریعے ان کے بارہ میں سب کچھ معلوم
کر لیتے ہیں۔ رنگ کا پتہ چلانا cones کا کام ہے۔
مادہ رنگی کی برقی-کیمیائی ماہریت کا تبدیل اب ان خلیات

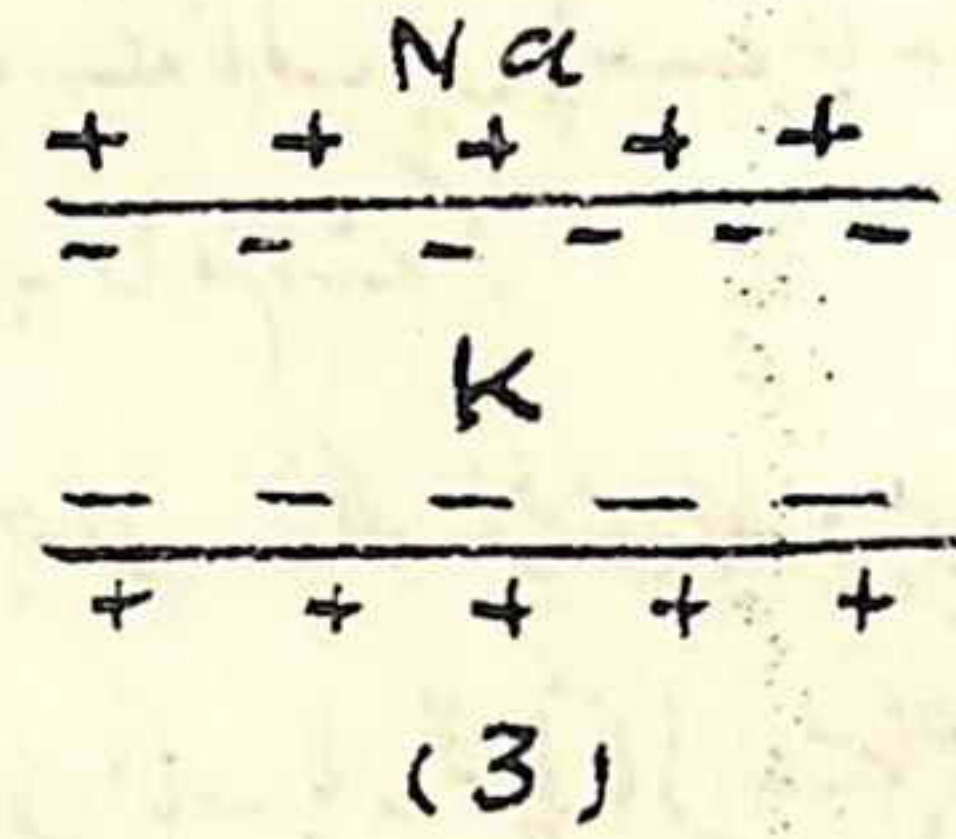
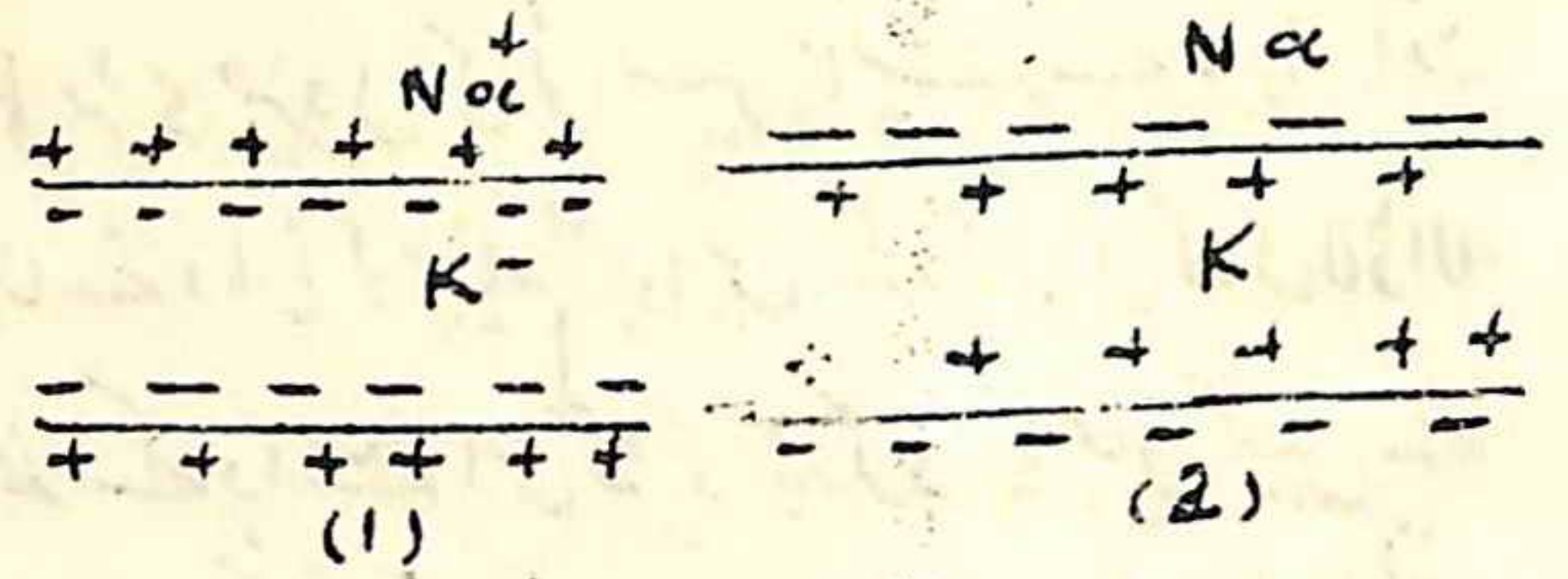
کہ آپ بال بال پہنچ جاتے ہیں؟
یہ سب آپ کے جسم میں ایک جال کی طرح پھیلے
ہوئے عصبی خلیوں (Neurons) کی کرشمہ سازیاں
ہیں عصبی شکل خلیہ میں ایک درخت سے مماثل ہے۔



درج بالا شکل میں اس خلیہ کے مختلف حصوں کی
وضاحت کی گئی ہے۔ جسم میں ان خلیوں کی ترتیب بہت
حد تک یوں ہوتی ہے کہ ایک خلیہ کے شجرے دوسرے خلیہ
کے زیریں شجرے کے مقابل ہوتے ہیں۔ بہت سے خلیے
مل کر ایک عصب (Nerve) کی تشکیل کرتے ہیں نظام
اعصاب، دماغ، نخاع (Spinal cord) اور عقود (Ganglia)
اور ان سے متعلقہ عصبوں اور عقودوں (Ganglia) پر مشتمل ہے۔
یہ نظام بنیادی طور پر دو حصوں میں منقسم ہے۔

فتح
۱۳۴۸ھ
۱۳۴۸

تاک پہنچتا ہے۔ ان خلیوں کے پیچھے بصری عصبہ موجود ہوتا ہے۔ جو بہت سے خلیوں سے مرکب ہے۔



بصری عصبہ کی پرت جب تاک کوئی پیغام موصول نہیں کرتی اس کی کیمیائی ماہیت میں تبدیلی نہیں ہوتی پرت کے اندر پوٹاشیم کے منفی برقی رواں (Electro negative ions) اور باہر سوڈیم کے مثبت برقی رواں (Electro positive ions) موجود ہوتے ہیں۔ (دیکھئے شکل نمبر ۱)

اب Rods & cones نے روشنی کا پیغام بصری عصبہ تک پہنچا دیا۔ روشنی نے اس عصبہ کی کیمیائی ماہیت یوں بدلی کہ اس کے برقی رواں کے نظام کو الٹ دیا۔ اور یوں پرت برقی موصل کی صورت اختیار کر گئی۔ (دیکھئے شکل نمبر ۲) اور یہ برقی پیغام اس خلیہ سے گزر کر دوسرے خلیہ میں اور یہاں تاک کہ نواح میں جا پہنچا۔ یہاں ایک مقام ایسا آیا کہ آخری حسی خلیہ کا ملاپ ایک حرکی خلیہ سے ہوا۔ زیادہ رکھئے کہ ہر دو عصبی خلیوں کی درمیانی جگہ (Synapse) میں اس برقی پیغام کی کمزور طاقت کو اس کی اصل طاقت تک کیمیائی عمل کے ذریعے بحال کیا جاتا ہے تاکہ پیغام کی نوعیت تبدیل نہ ہو جائے۔ اس حرکی خلیہ نے تو بس یہ گھٹی لے رکھی تھی کہ

ٹھہپنا تانی کر کے مصیبت زدہ بافتوں کو بچا لو۔ چنانچہ اب پیغام دوسرے راستے پر سفر شروع کرتا ہے۔ اسی طور، تمام خلیوں کی کیمیائی ساخت بدلتے ہوئے یہ پیغام آخری حرکی خلیہ کو ملتا ہے۔ اس خلیہ کا زیریں شجرہ انجول کی نسجوں کے نہایت قریب ہے۔ اب عصبی خلیے تو ختم ہو گئے۔ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اب نسجوں کو کیوں نہ کہ خطرہ سے خبردار کیا جائے؟

نسجوں کو یہ خبر یوں ملتی ہے کہ آخری حرکی خلیہ کی کیمیائی ماہیت کی تبدیلی کے باعث نیچ اور خلیہ کے زیریں شجرہ کی درمیانی جگہ میں ایک کیمیائی مادہ ایسٹیل کولائن (Acetylcholine) پیدا ہوتا ہے۔ اس مادہ کی موجودگی نیچ کو متحرک کرتی ہے۔ اور یوں آپ پلکوں کو جھپک کر روشنی کے مضر اثرات سے بچ رہتے ہیں مادہ اگر مسلسل پیدا ہوتا رہے تو نیچ مسلسل متحرک رہیں گے۔ اس خرابی کو دور کرنے کے لئے ایک خامرہ (Antidote) اپنا عمل شروع کرتا ہے اور اس مادہ کی تعدیل کر دیتا ہے۔ تاکہ آئندہ پیغامات پر عمل کیا جاسکے۔

اب ادھر کی بھی سینے! روشنی کے برقی، کیمیائی پیغامات کی ترسیل نے تمام خلیوں کی کیمیائی ماہیت تبدیل کر دی تھی۔ (شکل نمبر ۲) اگر یہ حالت برقرار رہے۔ تو لغویات نشر ہوتی رہیں گی۔ اور عضلات بے وجہ پھڑکتے رہیں گے۔ سو نشریات کی بہتر ترسیل کے لئے جوہنی پیغام ایک خلیہ سے گزر کر دوسرے خلیہ میں پہنچ جاتا ہے وہ خلیہ خود بخود اپنی اصل کیمیائی حالت کو برقرار کر لیتا ہے۔ تاکہ آئندہ پیغامات سن سکے۔ (دیکھئے شکل نمبر ۳)

اور ان سے ملتے۔ یہ حضرات ناک میں
چھپے رہتے ہیں اور اپنے کو دانشور کہتے ہیں۔ کہ
کلی سڑی چیزوں کی بوائیں ناپسند ہے۔ براہِ امانہ
بنائے دماغ کو پیغام بھجوائیں گے کہ یہاں کہاں لاڈالا۔
خدا کے واسطے اس گٹر کو بند کرو۔ یا ہمیں کہیں لے
چلو اور کتے کے ناک میں پائے جانے والے اسی قسم
کے غلیوں کا یہ عالم ہے کہ

اپنی تو جہاں آنکھ لڑی پھرو ہیں دیکھو
خوشبو سونگھ لی ایک بار تو پاتال سے بھی لے آئیں گے
کوئی ننھا سا جرثومہ اگر کبھی پناہ لینے آجائے تو یہ
حضرات بڑی بے دردی سے چھینک مار کر اسے
بھگا دیں گے۔

مگر مت بھولیں کہ یہ معطر غلیے بھی بڑے کام کے
ہیں۔ آپ بہت سی ملک اور مفید اشیاء کو محض ان کی
مخصوص خوشبو ہی سے پہچانتے ہیں۔ ہر لمحہ سانس
کی آمد و رفت کا احساس بھی یہی دلاتے ہیں۔ لیکر یوں
کہتے کہ زندگی کا احساس انہی کے دم سے ہے۔

اور اب آخر میں لیئے ان حضرات سے۔ جو
ہر لمحہ دعوتِ شیراز اڑاتے ہیں۔ جن کی پانچوں گھٹی
میں اور سر کر ڈھائی میں رہتا ہے۔ آپ حضرات زبان
کے مختلف گوشوں میں چھپے رہتے ہیں۔ اور ہر اچھی کھانے
والی چیز پر چھپتے ہیں۔ یہ ایک طور سے آپ کے
منہ کے فوڈ کنٹرولر ہیں۔ آپ کو بتاتے رہیں گے۔
کہ یہ کھائیے۔ یہ مت کھائیے۔ زبان کا اگلا حصہ
میٹھی اور نمکین چیزیں۔ زبان کی اطراف گھٹنی
اشیاء اور زبان کا پچھلا حصہ کڑوی اشیاء کے
ذائقہ کے لئے حساس ہے۔ اگلا حصہ واہ واہ ہے

آپ دلربا موسیقی کی داد نہیں دے سکتے اگر
آپ کے کان کے عصبی غلیے ہی کسی اچھی دھن پر سر دھننے
بیٹھ جائیں اور پیغام رسانی سے غافل رہیں۔ آواز ارتقا
کی پیداوار ہے۔ ارتعاش ہوا کی لہروں پر سفر کرتا
ہے انسانی کان ۱۶ تا ۱۶۰۰۰ ارتعاشات فی سیکنڈ
تک متاثر ہوتا ہے۔ آواز کی لہریں کان میں پہنچتی ہیں
اور اس کے اندرونی حصوں میں پائے جانے والے
مائع پر دباؤ ڈالتی ہیں۔ دباؤ کی اس تبدیلی کا پیغام
نشر کرنے کے لئے غلیوں کی ایک فوج تیار رہتی ہے
اور ان غلیوں سے گزرتی دکش دھنیں دماغ کے
گوشوں میں گونج اٹھتی ہیں۔ اور آپ بے اختیار داد
دے اٹھتے ہیں۔ ان نشریات کے دوران بھی وہی
کیمیائی عمل ہوئے جو پچھلی بار ہوئے تھے لیکن یہاں
حرکی عصبے خاموش رہے ہاں اگر آپ بے وقت
کی راگنی سن رہے ہوتے تو یہ یقیناً حرکت میں آتے
اور آپ کان پرے لے جاتے۔ یہ عمل غیر اختیاری
نہیں بلکہ ارادی تھا۔

عصبی غلیوں کا سب سے بڑا نشریاتی جال
انسانی جلد پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ غلیے، دباؤ، حرارت
کی تبدیلی (کمی و بیشی) خفیف لمس اور کیمیائی تبدیلیوں
کے پیغامات کی ترسیل کے لئے ہر لمحہ اپنے ٹرمسٹر
کھولے رہتے ہیں۔ آپ نے روٹی کا کالا تھاوا۔ اور
انہوں نے خبر دی۔ کبیل کاڑتے وقت اچانک ہاتھ
پر معمولی ضرب آئی۔ اور یہ خبر لے اڑے۔ نہانے کے
ٹپ میں صرف انگلی ڈالنے سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ
پانی خاصا گرم ہے۔ نہالینا چاہیے۔ تیزاب کی
کی ہندگری اور خطرے کی گھنٹیاں بج اٹھیں۔

اور یہ حصہ آخر حصہ ہے۔

زبان میں مخصوص بافتیں۔ (Taste Buds)

پائی جاتی ہیں۔ ان کے درمیان یہ خلیے لڑو، برفی اور
کونین کی گولی کبھی کے منتظر رہتے ہیں۔ لعاب ہن
اور خوراک کا باہمی تعامل انہیں اکساٹے کے لئے
کافی ہے۔ اور یوں یہ پیچیدہ دماغ تک پہنچاتے ہیں۔
یہ اب آپ پر منحصر ہے کہ آپ چائے میں شکر کم پئیں
یا زیادہ۔

تو یہ تھے ہمارے جسم کے پیغام رساں جرات
دانا جسم کے باہر اور جسم کے اندر وہ غصہ خلیے
جو خون میں مختلف کیفیات مادیوں کے تناسب، حرارت

غریزی، راہین کا افراز، قلب کا فعل، عمل تنفس،
عمل اخراج، عمل انہضام وغیرہ وغیرہ پر نظر رکھتے ہیں
اچھی بری کبھی خبروں کی ترسیل میں مصروف رہتے
ہیں۔ یہ تمام خلیے منفرد کام انجام دیتے ہیں۔ مگر
ان کے یہ افعال باہمی امن و شانتی کے معاہدہ پر مبنی
ہیں۔ اور اس میں سب کی عاقبت ہوتی ہے۔ دماغ
ان کے بغیر بے کار اور یہ اس کے بغیر بے

ہمارے جسم کا مواصلاتی نظام قدرت کا
حیرات انگیز کرشمہ ہے جسے موجودہ سائنس نہ تو اب
تک پورے طور سے سمجھ سکی ہے اور نہ ہی اس کی
انقل میں کوئی مشینی نظام تیار کر سکی ہے۔

اپنی فطرت کی ہمنوائی کر

ہر دو عالم میں، دلربائی کر

خشن و موٹسی کی رہنمائی کر

ایسے دلبرے آشنائی کر

تازہ پھر جسم کو ہلائی کر

نسلِ آدم کی پیشوائی کر

عیب پوشی و حق منائی کر

احمدی ہے تو بد رکامل بن

ہر سکندر رہے تراشتاج

خواہ غفلت سے جاگ اے سلم

پیروی کر رسولِ عربی کی

چاہیے تجھ کو عمرِ خضر اگر

کوئی دیوانہ سوراہے تو کیا

جاگ اے دل اور اشک زانی کر

مشتی و ہلاکت

صحیح جواب دیں

جی ہاں! ذیل میں ہم عام معلومات کے سوالات درج کرتے ہیں۔ آپ جواب دینے کے لئے قلم اور کاغذ منبھال لیں۔ سوال پڑھیں اور جواب لکھیں۔ ہر سوال کا ایک نمبر ہے۔ یعنی کل ۲۵ نمبر ہیں۔ ۲۲ سے ۲۵ نمبر حاصل کرنیوالے خدام کی عام معلومات اچھی ہیں۔ ۱۵ سے ۲۱ تک نمبر حاصل کرنے والے خدام کی عام معلومات درمیانہ درجہ کی ہوں گی۔ ان نمبر سے کم حاصل کرنے والے خدام کو اپنی معلومات بڑھانی چاہئیں:

- ۱۔ مسلم لیگ کو متحدہ ہندوستان میں کب اور کہاں منظم کیا گیا (۲) پسلی تقسیم بنگال کب ہوئی؟
 - ۲۔ قرارداد پاکستان کب اور کہاں منظور ہوئی (۲) منصوبہ بندی کمیشن کے چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین کون ہیں۔ (۵) داپڈاکس کا مخفف ہے۔ (۶) نو منتخب امریکی صدر و نائب صدر کے نام کیا ہیں۔ اور وہ اپنے عہدوں کا خلف کس تاریخ کو اٹھائیں گے؟ (۷) حالیہ امریکی صدارتی انتخاب میں آزاد امیدوار کا کیا نام تھا؟ (۸) برطانوی وزیر خارجہ کا نام کیا ہے؟ (۹) پاکستان کے مرکزی وزیر تعلیم کا نام تحریر کریں۔ (۱۰) فرانسیسی وزیر اعظم کا نام بتائیں۔ (۱۱) پاکستان کن دفنائی معاہدوں میں شریک ہے۔ (۱۲) آر۔ سی۔ ڈی۔ سی کا کیا مطلب ہے اور اس ادارہ کے سیکرٹری کون ہیں؟ (۱۳) اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل نمائندہ کون ہیں؟ (۱۴) بلند ترین پہاڑ کا نام اور بلندی لکھیں؟
 - ۱۵۔ سال کا طویل ترین دن کس تاریخ کو آتا ہے۔ (۱۶) دورِ حبرید میں اولمپک کھیلوں کا اخیاء کب ہوا؟ (۱۷) یونیسکو سے کیا مراد ہے؟ (۱۸) اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے کل کتنے رکن ہیں؟ (۱۹) پاکستان کی قومی اسمبلی کے کل ارکان کی تعداد۔ (۲۰) کرملین کس مقام کا نام ہے۔
 - ۲۱۔ وائٹ ہاؤس کس کے کہتے ہیں؟ (۲۲) امسال قومی اسٹاکٹ بال چیمپئن شپ کہاں اور کب منعقد ہوئی؟ (۲۳) صدر انجن احمدیہ کے صدر کون ہیں؟
 - ۲۴۔ تعلیم الاسلام کا بچہ ربوہ کے موجودہ پرنسپل کون ہیں؟
 - ۲۵۔ مولف تاریخ احمدیت کون ہیں؟
- (بیشکر ڈیپارٹمنٹ آف فزکس و سوسائٹی۔ آئی کا بچہ ربوہ)

صحیح جوابات کے لئے دیکھیں ص ۱۳۴۵

ایشیائی ممالک میں معاشی تعاون کے امکانات

یہ زمانہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا زمانہ ہے۔ اس لئے خدائی وعدوں کے مطابق دنیا میں قسم قسم کے انقلابات رونما ہو رہے ہیں جن سے اسلام کی دوبارہ زندگی اور تروتازگی کی کرن بھوٹی نظر آتی ہے۔ اور اس قسم کے حالات بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ کہ دنیا کے مختلف ملکوں اور قوموں کے درمیان اتحاد اور تعاون بڑھ رہا ہے اور ایشیائی ممالک میں بھی ایک ایسا طبقہ پیدا ہو چکا ہے۔ جو باہمی اتحاد اور یکجہتی کا متمنی ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں اجتماعیت کا یہ رجحان یقیناً اسلام کے عالمگیر فیلڈ کے لئے ایک خوش کن خبر ہے کیونکہ اسلام کی عالمگیر ترقی کے لئے انسانیت کا اجتماع ایک ضروری امر ہے۔ اس مضمون میں اس قسم کے امکانات کا ہی جائزہ لیا گیا ہے۔ (ادارہ)

کچھ عرصہ سے بڑا عظیم ایشیاء کے پڑھے لکھے طبقہ میں ایشیائی ممالک کے درمیان معاشی تعاون کے امکانات پر غور کیا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یورپ اور امریکہ کے امیر ممالک اپنے جاہ و جلال سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں جن میں سیاسی وحاشیہ برد فائدے شامل ہیں۔ ایشیاء کے اکثر ممالک فرنگ کی سیاسی قید سے آزاد ہو چکے ہیں۔ تاہم صیاد کے معاشرے دام میں گرفتار ہیں اور محسوس کرتے ہیں کہ اس سے رہائی پائے بغیر آزادی مکمل نہیں۔

فرنگی اپنی دولت کی اہمیت کو خوب سمجھتے ہیں انہیں احساس ہے کہ ترقی پذیر ممالک ان سے امداد لینے پر مجبور ہیں۔ وہ غیر ممالک کی غربت سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ترقی پذیر ممالک کو ادنیٰ شرح سود کے قرضے (Hard Loans) دیئے جاتے ہیں۔ ان کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ مخصوص علاقوں

ہی سے درآمد کریں۔ شرح تبادلہ (Term of Trade) غریب ممالک کے روز بروز خلاف ہوتی جا رہی ہیں۔ ان کی برآمدات پر بھاری ٹیکس لگائے جا رہے ہیں اور یوں ان کی معیشت کو مضبوط ہونے سے روکنے کی کوشش کی جا رہی ہے یورپ کی متحدہ منڈی (E.C.M) اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ سرمایہ دار ممالک کے جو روستم سے تنگ آکر غریب ممالک میں نفرت کی لہر دوڑنا قدرتی امر تھا چنانچہ اس بات کی ضرورت محسوس کی جانے لگی۔ کہ غریب ممالک مل کر محاذ قائم کریں۔ اس سلسلہ میں مختلف اتحادیں پیش کی جاتی رہیں جن میں سے ایک ایشیائی ممالک کی مشترکہ منڈی کے قیام کی تجویز ہے، یورپ کے بعض معیشت دانوں نے بھی اس خیال کو پسند کیا جن میں سے (Myrdal) جی پیش پیش ہیں۔ ایسی مشترکہ منڈی کے قیام کے لئے بہت سی باتوں پر غور

کچھ عرصہ سے بڑا عظیم ایشیاء کے پڑھے لکھے طبقہ میں ایشیائی ممالک کے درمیان معاشی تعاون کے امکانات پر غور کیا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یورپ اور امریکہ کے امیر ممالک اپنے جاہ و جلال سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں جن میں سیاسی وحاشیہ برد فائدے شامل ہیں۔ ایشیاء کے اکثر ممالک فرنگ کی سیاسی قید سے آزاد ہو چکے ہیں۔ تاہم صیاد کے معاشرے دام میں گرفتار ہیں اور محسوس کرتے ہیں کہ اس سے رہائی پائے بغیر آزادی مکمل نہیں۔

فرنگی اپنی دولت کی اہمیت کو خوب سمجھتے ہیں انہیں احساس ہے کہ ترقی پذیر ممالک ان سے امداد لینے پر مجبور ہیں۔ وہ غیر ممالک کی غربت سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ترقی پذیر ممالک کو ادنیٰ شرح سود کے قرضے (Hard Loans) دیئے جاتے ہیں۔ ان کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ مخصوص علاقوں

کرن ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ معاشیات میں جذبات کا دخل کم اور حقائق کا دخل زیادہ ہوتا ہے۔ (خواہ وہ تلخ ہی کیوں نہ ہوں)۔ چنانچہ اسی بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہم ایشیائی متحدہ منڈی کے قیام کے امکانات کا جائزہ لیتے ہیں۔ کسی متحدہ معاشی منڈی کے قیام کے لئے مندرجہ ذیل امور کا ہونا از بس لازم ہوا کرتا ہے۔

(۱) سیاسی نظریات اور معاشی نظام (Eco-System) ایک سے ہوں۔

(۲) ایسی منڈی میں شریک ہونے والے ممالک کی زرعی اور صنعتی پیداوار ایک سی نہ ہو۔ اور ان کی برآمدات و درآمدات ایک دوسرے سے مختلف ہوں۔ تاکہ وہ ایک دوسرے کے متقابل ہونے کی بجائے محدود تعاون ثابت ہوں۔

(۳) صنعتی علوم (Technical know) وسیع ہو، بعض ممالک خاصے ماہر ہوں۔ تاکہ وہ پس ماندہ ممالک کو مدد دے سکیں۔

(۴) منڈی اتنی وسیع ہو، جس میں تمام ملکوں کی فصل پیداوار باسانی کھپ سکے۔

ان امور کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہم ایشیائی ممالک میں مشترکہ منڈی کے قیام کے امکانات کا جب جائزہ لیتے ہیں تو مندرجہ ذیل نتائج پر پہنچتے ہیں۔

۱۔ ایشیائی ممالک سیاسی و معاشی طور پر مختلف منتخب مائے فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ کچھ ممالک سوشل ازم کے تابع ہیں تو باقی سرمایہ دارانہ نظام کے ایسی صورت میں ان ممالک کا معاشی اتحاد ناقابل عمل ہے اس کے برعکس یورپی متحدہ منڈی میں جس کی نقل میں ایشیائی

متحدہ منڈی کی تجویز پیش کی جاتی ہے، کے ممالک سیاسی و معاشی طور پر ایک ہی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایشیائی ممالک میں معاشی لحاظ سے مذہب کو بعض اوقات غلط استعمال کیا جاتا ہے۔ مذہب کا اختلاف بھی ان ممالک کے اتحاد میں سنگ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

۲۔ قریباً تمام ایشیائی ممالک زراعت پر انحصار کرتے ہیں اور اکثر کی پیداوار ایک جیسی ہے۔ مثلاً چین، سیلون، پاکستان، ہندوستان میں چائے کاشت کی جاتی ہے۔ پاکستان، ہندوستان، فلپائن میں پٹن، انڈونیشیا، ملایا، سیلون میں ربڑ پیدا ہوتا ہے۔ اوریوں یہ ممالک ان فصلوں میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے ہیں۔ چین اور جاپان کے علاوہ سارا ایشیاء صنعتی طور پر پس ماندہ ہے۔ اور یہ ہر دو ممالک ایشیاء کی صنعتی ضروریات پورا کرنے سے قاصر ہیں۔

۳۔ سرمایہ کاری (Capital Formation)

کامعیار ایشیاء کے تمام ممالک میں (جاپان اور چین کے سوا) بہت پست ہے۔ جبکہ تمام ایشیائی ممالک جلد از جلد ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ جس کے لئے انہیں بیرونی امداد کی ضرورت ہے۔ اگر ایشیاء کے ممالک باہمی اشتراک کر لیں۔ تو لازماً انہیں یورپی ممالک سے امداد ملنی کم ہو جائے گی۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے ایشیائی ممالک کے وسائل بہت محدود ہیں۔

۴۔ ایشیائی ممالک میں وسائل آمدورفت اور

پیغام رسانی (Communication) بہت ناقص ہے۔ ایک ملک کے اندر ہی مناسب طریق میں نقل و حمل کے وسائل عمدہ نہیں۔ ایسے حالات میں غیر ممالک کے ساتھ تعاون کو بطریق احسن جاری رکھنا

ناممکن ہے۔

کہ ابھی ایشیاء کے لئے متحدہ منڈی کے قیام کا مناسب
وقت نہیں آیا۔ یا بزبانِ شاعر یہ

”ناله ہے بلبلی شوریدہ تراخا۔ بھی

اپنے سینہ میں اسے اور ذرا تھام ابھی“

برا عظم کے ممالک کے لئے مناسب ہے۔ کہ وہ

علاقائی تعاون (Regional Co-operation)

پر زیادہ زور دیں، جیسا کہ پاکستان، ترکی، اور

ایران کے درمیان (جے۔ سی۔ سی۔ کے نام سے ایسا

تعاون ہو رہا ہے)۔



وہی محسن حقیقی ہے جس نے وفاداری

سے ایمان لائے والوں کو ہمیشہ کی سرکاری

کی خوشخبری دی۔ اور اپنے صادق

عارفوں اور سچے محبتوں کے لئے اس

جنتِ دائمی کا وعدہ دیا جو بدرجہ اتم

و اتم منظر العجائب ہے جس کی نہریں

اس دنیوی حیات میں ہوش مارنا شروع

کرتی ہیں۔ جس کے درخت اس جگہ کی

آب پاشی سے نشوونما پاتے جاتے ہیں۔

(مرمرہ چشمِ آریہ)

۵۔ صنعتی علوم (Technical Know How)

میں چین اور جاپان کے علاوہ تمام ایشیائی ممالک
بہت پس ماندہ ہیں۔ باہمی مدد کے امکانات بہت محدود
ہیں۔ چین اور جاپان بھی براعظم کے تمام ممالک کی
ضروریات کو پورا کرنے سے قاصر ہیں۔

۶۔ ترقی پذیر ممالک جلد از جلد تمام ضروری صنعتوں
میں خود کفیل ہونا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کے حصول
کے لئے انہیں اپنے ملک میں مختلف صنعتوں کو ترقی
دینے کی غرض سے بیرونی مقابلہ سے تحفظ (Protection)

کی ضرورت پیش آتی ہے۔ کیونکہ نئی صنعتیں اس قابل
نہیں ہوتیں کہ بیرونی ممالک کی مصنوعات کا مقابلہ
کر سکیں۔ اگر ایشیائی متحدہ منڈی بن جائے۔ تو
ممبر ممالک کے لئے ممکن نہیں کہ وہ ایک دوسرے کے
غلات تحفظ (Protection) استعمال کر سکیں

اس صورت میں بعض ممالک کی صنعتیں دوسرے ممالک
کی صنعتوں کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہوں گی۔ اور یوں
خود کفیل ہونے کی خواہش شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے گی۔
مثلاً اگر ایشیا مشترکہ منڈی بنائی جائے تو پاکستان
کی چینی کی صنعت کے لئے ممکن نہیں کہ وہ انڈونیشیا
کا مقابلہ کر سکے۔ پٹرول کی صنعت میں بھی پاکستان
کے لئے ناممکن ہے کہ وہ ہندوستان اور جاپان
کا مقابلہ کر سکے۔ ایسی صورت میں ممبر ممالک کی
مختلف صنعتوں اور روزگار کے معیار پر بُرا اثر
پڑے گا۔ جسے وہ ابھی برداشت کرنے کے قابل
نہیں۔

ان دجوات کی بناء پر یہ کتنا مناسب ہے

ایک عربی نظم کا ترجمہ

— (لیت ایام المواضی لغو د) —

اے مرے پیارے زمانے یاد کرتا ہوں تجھے
موجبِ صبر و استقامت دامنِ دامنِ میرے لئے
ہاں تصور میں گر آئے اتفاقِ وقت سے
ہاں غم و اندوہ و حسرت اور کچھ ملتا نہیں
بارشیں رحمت کی تیرے عہد میں ہوتی رہیں
ہائے وہ آنکھوں کی ٹھنڈک اب کہیں پاتا نہیں
ہائے ایامِ گزشتہ واپس آجاتے کہیں

وہ بھی کیا خوش وقت تھا جبکہ میں سوچتا بھی
ان کے ہر اک کام میں مصمم تھی بس میری خوشی
یہ مبارک وقت گذرا۔ سب خوشی جاتی رہی
اور صبحِ دشام اٹھائے پھرتے مجھ کو والدین
گو یا میں اک شاہ تھا ان کیلئے بے شک و شین
اور میں اب خونِ روتا ہوں یہاں کر کے بین
ہائے ایامِ گزشتہ واپس آجاتے کہیں

میں نے جب بچپن میں پہلے پہلے سیکھا بولنا
اور جب اماں کہا میں نے تو یوں مر جا
یہ زمانہ برق کی مانند غائب ہو گیا
ابا ابا کہنے کو سمجھے وہ اک شاہی عطا
کل مرادیں ہو گئیں حاصل ہماری تبتہ خدا
بلبلِ دل ہے گلِ طغیانی پہ یوں نغمہ سرا
ہائے ایامِ گزشتہ واپس آجاتے کہیں

ہائے بچپن مثلِ شاہاں چاند سا مکھڑا مرا
میں نہ جانوں موت کے شربت کا کیا ہے ذائقہ
کوئی بدخصلت نہ تھی۔ بولا نہ تھا کلمہ بُرا
اور دل ہر گندگی سے پاک رہتا تھا سرا
اور نہ تھا خطرہ مجھے شیطان کے دوسواس کا
پاکبازی کا زمانہ ہاتھ سے جاتا رہا
ہائے ایامِ گزشتہ واپس آجاتے کہیں

وہ کھلونے میرے پیارے سچے دوست تھے
انس ایسا بڑھ گیا وہ میرے بھائی بن گئے
ان کی فرقت خونِ روتا ہے روزِ شب مجھے
ہم میں مطلق کوئی بخش ہوئے باقی ہی نہ تھی
بلکہ اپنے بھائیوں سے بھی محبت بڑھ گئی۔
اس لئے آواز نکلے نغمہ سرا کروان سی
ہائے ایامِ گزشتہ واپس آجاتے کہیں

ہائے بچپن نے سواری کا وہ پیارا مشغلہ
یہ سمجھنا میرے تابع دار ہیں سب جا بجا
وہ زمانہ۔ ہائے وہ پیارا زمانہ کیا ہوا؟
چڑھ کے گھوڑے پر وہ اپنے صحن میں دوڑنا
اور میں ہوں فاتحِ کشور سوارِ دلربا
کو بکو۔ کو کو کروں۔ مانند قمری شتاء
ہائے ایامِ گزشتہ واپس آجاتے کہیں

سلطنت یہودیہ کے آخری ایام

تقریباً ڈیڑھ سو سال قبل مسیح کا ذکر ہے کہ سامن مقابی نے پارٹھیا، سلوکی، مصری اور رومن بادشاہوں کے درمیان روزمرہ کی لڑائیوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ملک یہودیہ کو ایک الگ آزاد علاقے کی حیثیت سے قائم کیا۔ اس طرح عام یہودی لوگوں کی مجلس نے سامن مقابی کو نہ صرف اپنا جرنیل ہی چنا۔ بلکہ مملکت متحدہ یہودیہ ثانی کا کاہن اعظم بھی تسلیم کر لیا۔ سامن مقابی نے اپنی قدرتی ذہانت اور سازشوں کے بل بوتے پر جسمونیہ خاندان کی بنیاد ڈالی۔ اور اس طرح یہ خاندان صدیوں تک یہودیوں میں ملکی امور اور مذہبی دستور کی راہنمائی کرتا رہا۔ اس خاندان میں سے بڑے بڑے مذہبی بادشاہ اور کاہن پیدا ہوئے اور سامی جماعتوں میں یہ روایت دیر تک چلتی رہی کہ ان کا بادشاہ نہ صرف یہ کہ سیاسی اور ملکی قیادت ہی کرتا ہے بلکہ مذہبی دروہانی سیادت بھی اسی کے حصہ میں آتی ہے۔ جسمونیوں نے اس چھوٹی سی مملکت کو کمزور دیکھتے ہوئے حکمت عملی اور طاقت کے زور پر اسکی سرحدوں کو وسیع کر لیا یہاں تک کہ شام تک انہوں نے ساریہ، ایدم، مواب، طیل، ایدومیا، ماداء النہر، گدارہ، پیلہ، رافعیہ اور غزہ جیسے مشہور شہر فتح کر کے اپنی مملکت میں مل کر لئے۔ اب یہ سلطنت اتنی وسیع ہو چکی تھی جتنا کہ حضرت سلیمان کا ملک تھا۔ اسکے بعد جسمونیوں نے تلواریں ٹوٹ کے بل بوتے پر اپنی نئی رعایا کو یہودیت اور حقہ کی رسومات منوائیں۔ لیکن حضرت موسیٰ کی لائی ہوئی شریعت اور صحیح مذہبی تعلیم کو بھول گئے۔ بلکہ فریسیوں کے اثر کو زیادہ تر قبول کر لیا۔ جو یونانی رسم و رواج کے قائل تھے بلکہ سلومی الیگزینڈر (۳۰۰-۲۸۰ قبل مسیح) نے اس رجحان کا اگرچہ مقابلہ کیا۔ لیکن دوسری طرف فریسیوں سے صلح رکھی بلکہ سلومی کی موت سے قبل ہی اسکے بیٹوں ہرقانس II اور ارستوبولس II کے درمیان جانشینی کی جنگ شروع ہو گئی۔ دونوں نے مشہور رومن جرنیل پومپی کے سامنے اپنا اپنا حق ثابت کرنے کیلئے دعویٰ پیش کر دیا۔ ادھر پومپی خود ایک فاتح جرنیل کی حیثیت سے اپنی فوج کو لیکر دمشق کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ پومپی نے ہرقانس کے حق میں فیصلہ دیدیا۔ جسے سنکر ارستوبولس نے یروشلم کے اندر قلعہ بندی کر لی۔ پومپی ہرقانس کی مدد کو آیا اور یروشلم کا محاصرہ کر لیا۔ ارستوبولس نے ہیکل کی مضبوط در و دیوار کے اندر پناہ لے رکھی تھی۔ اسلئے یہ محاصرہ برابریں مابین تک قائم رہا۔ یہ محاصرہ بہت کے دن ٹوٹ گیا۔ کیونکہ قلعہ بند یہودیوں نے بہت کی تقدیس کی وجہ سے لڑائی بند کر دی تھی۔ اور ادھر پومپی نے عین اسی روز قلعہ شکن میندھوں اور سیڑھیوں کی مدد سے شہر کی فہیل کو توڑ ڈالا۔ رومنوں نے قلعہ کے اندر داخل ہو کر بارہ ہزار یہودیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ چونکہ کسی یہودی ہتھیار نہیں ڈالے اسلئے باقیوں کو دیوار پر سے پھینک کر مار دیا گیا۔ پومپی نے ہیکل کی دولت کے علاوہ ایک خطیر رقم بطور تادان وصول کی اور اس طرح جسمونین کا ملک سلطنت روم میں شامل کر لیا گیا۔ البتہ اب ہرقانس II کو کاہن اعظم اور یہودیہ کا بادشاہ بنادیا گیا۔ لیکن اسکی حیثیت اب سلطنت روم کے اندر ملک شام کے ایک صوبہ کی رہ گئی تھی۔ اسکے بعد ۷۰ ق م میں کراسس نے بھی یروشلم کے بچے کھچے خزانے کو لوٹا اور پھر نوگیشن کو اپنا جانشین مقرر کیا جس نے تیس ہزار یہودیوں کو غلام بنا کر بیچ دیا۔ ۶۳ ق م میں ادھر ایک اور رومی جرنیل پارٹھیا نے صحرا عبور کر کے انطی غرنی آخری سمونی کے کٹھن پٹی بادشاہ "ہیزرگورڈیا" کو روک دیا لیکن روم کے انطونی اور اکیٹیویا نے ہیزرگورڈ کو جو انطی پطرس اندومین کا بیٹا تھا۔ بادشاہ نامزد کیا یہی ہیزرگورڈی بادشاہ ہے جس کے زمانہ میں حضرت مسیح نامہ پید ہوئے لیکن سلطنت روم کی مرکزی حکومت تزلزل ہو چکی تھی۔ اسلئے یہودی حکام کی مجلس یروشلم اور اس کے گرد و نواح میں مذہبی جزا و سزا کی آرٹیکلر من مانی کا روادایاں کرتی تھی۔ گویا کہ سلطنت روم کا اسکا چلتا تھا۔ لیکن عوام الناس کے عقائد و مراسم کی باگ ڈور چند کاہنوں اور مذہبی جنونیوں کے ہاتھ میں تھی۔ (باقی پھر)

روتے ہوؤں کو آپ ہنساکر دکھائیے

بھٹکے ہوؤں کو راہ پہ لا کر دکھائیے
 اُپرے ہوئے گھروں کو بسا کر دکھائیے
 انوار بن کے دہر پہ چھپا کر دکھائیے
 اپنا تہیہ خفتہ جگا کر دکھائیے
 تسلیخ کے لئے کہیں جا کر دکھائیے
 پھر چار سو ہساں میں جلا کر دکھائیے
 دنیا میں ہر طرف وہ لٹا کر دکھائیے
 باطل پہ سیف اپنی چلا کر دکھائیے
 اس میں ہمارا ہاتھ بٹا کر دکھائیے
 مسلم بھی اب کسی کو بنا کر دکھائیے
 اور جام ان کے ستر سے لگا کر دکھائیے
 اپنی دعا کے تیر چلا کر دکھائیے
 مظلوم کی مدد کو بھی آ کر دکھائیے
 اس فعل بد سے اس کو ہٹا کر دکھائیے
 نغمے مسرتوں کے سنا کر دکھائیے
 رکتی ہوئی مشین چلا کر دکھائیے
 کانٹوں کو راستے سے ہٹا کر دکھائیے
 آپس کے اختلاف مٹا کر دکھائیے
 بجھتے ہوئے چراغ جلا کر دکھائیے
 روتے ہوؤں کو آپ ہنساکر دکھائیے
 جو بن کھلے ہیں ان کو کھلا کر دکھائیے
 اور دوسروں کے عیب چھپا کر دکھائیے
 غیروں کو آپ اپنا بنا کر دکھائیے

دنیا سے کفر و شرک مٹا کر دکھائیے
 بچھڑے ہوئے دلوں کو ملا کر دکھائیے
 گرا احمدی ہیں آپ تو اس کے ثبوت میں
 القہرہ اپنی سخی مسلسل سے آپ بھی
 منظور ہے حصولِ رشتائے حشر اگر
 ہمت ہے گر تو شمعیں محمد کے نور کی
 لائے ہیں جو خزانے مسیح محمدی
 گھر بیٹھ کر جہاد کی تلقین ہے فضول
 خدمت جو لے رہا ہے خدا ہم سے آپ بھی
 دیتے رہے ہیں کفر کے فتوے تو بے شمار
 تشنہ لبوں کو ڈھنڈیئے پھر کر ننگا
 توفیق ہو تو ظلمتِ شب میں کبھی کبھی
 گرتے ہوؤں کو دے کے سہارا اٹھائیے
 کرتا کسی پہ ظلم ہو ظالم کہیں اگر
 مارے ہوئے ہیں جو غم و اندوہ کے انہیں
 خوبی نہیں ہے چلتی مشینوں کو روکنا
 کانٹے کسی کی رہ میں بچھانا گناہ ہے
 اترا نیے کبھی نہ کہیں پھوٹ ڈال کر
 جلتے ہوئے چراغ بجھانا نہیں کمال
 ہنستے ہوئے دلوں کو رانا تو عیب ہے
 کھلتے ہوئے گلوں کو مسلنا نہیں درست
 اپنے عیوب و دوش کی اصلاح کیجئے
 اپنوں پر مہر و لطف تو اک رسمِ عام ہے

مانا کہ روٹنے میں ہیں صدیق طاق آپ
 روٹے ہوؤں کو بھی تو مٹا کر دکھائیے

منور شمیم خالد ایم۔ اے ہشتم تحریک جدید

ہمیں آپ سے مخاطب ہیں

تحریک جدید کا سال نو اور خدام الاحمد کی نئی مہمیاں

احمدی نوجوان آگے بڑھیں اور دفتر سوم کے مجاہدین کی تعداد پانچ ہزار تک پہنچیں

انیسویں صدی کے نصف آخر کا زمانہ تھا۔ اور عیسائیت کا دم بھرنے والے ملک دنیا کے بیشتر حصوں میں سیاسی غلبہ کے ساتھ مذہبی تسلط کے حصول کے لئے ہر قسم کے ساز و سامان سے لیس ہزاروں کی تعداد میں عیسائی متاد دنیا کے چاروں کونوں میں مسلسل بکھیر رہے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ بس اب چند روز کی بات ہے عیسائیت پوری دنیا پر غالب آجائے گی۔ لیکن خدا کی تقدیر کسی اور رخ کا مقرر رہی تھی۔ اسلام ہو کہ خود اسلام کا نام لیواؤں کی اپنی غفلت و کمزوری اور ناغابیت اندیشی کے باعث بظاہر اس مقابلہ میں آخری سانس لیتا نظر آ رہا تھا۔ مسلمانوں کی اس مایوس کن حالت میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہندوستان کی ایک غیر معروف بستی میں مبعوث فرمایا۔ اور آپ کو ادیانِ باطلہ کے خلاف خاص طور پر عیسائیت کے خلاف کہ وہ سیاسی غلبہ کے سہارے ساری دنیا میں اپنے مذہبی غلبہ کا خواب دیکھ رہی تھی۔ عظیم الشان دلائل، زبردست براہین اور ایسے ایسے خارق عادت معجزات و نشانات عطا کئے کہ جن کے سامنے دنیا نے عیسائیت ہوکھلا گئی

کہاں تو ہزار خانہ عزائم اور کہاں کہ لپ پائی پر مجبور ہو گئی حضور علیہ السلام کی بعثت نے اسلام اور اہل اسلام کو حوصلہ، قوت و توانائی بخشی۔ مسلمانوں کو اپنی حقیقت اپنی انفرادیت اور اپنی عظمت کا احساس ہوا۔ اس کے ساتھ ہی اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا حیات آفرین دور شروع ہوتا ہے۔ اسلام کی لازوال تعلیم کے فیوض و برکات کو ساری دنیا پر محیط کرنے کی غرض سے اللہ تعالیٰ کی خاص تائید و راسخ نامی میں حضرت غلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؑ نے نومبر ۱۹۳۲ء میں تحریک جدید کی عمد آفرین روحانی ہم کار اجراء فرمایا۔ جس کی بدولت آج کیا یورپ و انگلستان اور کیا امریکہ اور کیا ایشیاء و افریقہ ہر کہیں احمدی مبلغین اسلام کی حیات بخش تعلیم سے سیاسی و دینی کو قلب و روح کی تسکین کا سامان ہم پہنچا رہے ہیں یہاں یہ بیان کرنا مناسب سمجھتا ہے۔ کہ تحریک جدید کے دفتر اول (اجراء ۱۹۳۲ء) کے کل مجاہدین کی تعداد پانچ ہزار تک پہنچی تھی جو اب بمقامائے الٰہی سوا دو ہزار کے لگ بھگ رہ گئی ہے سالی گذشتہ کے لئے دفتر اول کا دوسرا

ایک لاکھ پچپن ہزار تھا اس طرح چندہ اوسط فی مجاہد ۶۱۲ روپے بنتا ہے۔ دفتر دوم (اجراء سلسلہ ۱۹۴۷ء) میں شامل مجاہدین کی تعداد بیس ہزار سے اوپر ہے گزشتہ سال کا وعدہ تین لاکھ چوٹن ہزار تھا۔ یعنی فی کس چندہ مئی اوسط ۱۹ روپے بنتی ہے۔ بے شک ان مجاہدین کی ایسی عظیم الشان مالی قربانیاں رہتی دنیا تک آنے والی نسلوں کے لئے باعث فخر ہیں گی اور تحریک جدید کا نظام قیامت تک جاری و ساری رہ کر اسلام و احمدیت کے نور سے اہل دنیا کے قلوب و اذان کو منور کرتا رہے گا۔

اسی سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نئی احمدی نسل کو تحریک جدید کے مجاہدین کی فوج میں شامل کرنے کے لئے مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۶۶ء کو تحریک جدید دفتر سویم کا اجراء فرمایا۔ اور اس طرح نئے احمدیوں اور نئی احمدی نسل کے لئے حصول ثواب کے بیش از بیش مواقع فراہم فرمادیئے۔ حضور ایدہ اللہ نے دفتر سویم اقتدار کرتے ہوئے فرمایا:-

"تمام جماعتوں کو ایک باقاعدہ مہم کے ذریعہ نوجوانوں، نئے احمدیوں اور نئے کمانڈر رائلوں کو دفتر سویم میں شمولیت کے لئے تیار کرنا چاہیئے۔ روستا جات ہیں کہ جہاں ہر سال خدائے تعالیٰ کے فضل سے جماعت بڑھتی ہے اور نئے احمدی ہوتے ہیں۔ وہاں ہزاروں احمدی ایسے بھی ہوتے ہیں جو نئے نئے کمانڈر شروع کرتے ہیں۔ یہ ہماری نئی پود ہے۔ اور

ان کی تعداد کافی ہے۔ کیونکہ بچے جوان ہوتے ہیں، تعلیم پاتے ہیں اور پھر کمانڈر شروع کرتے ہیں۔ اور باہر سے بھی ہزاروں کمانڈر والے احمدیت میں شامل ہو رہے ہیں۔ اس طرح ہمیں کافی احمدی مل سکتے ہیں۔ جو دفتر سویم میں شامل ہوں۔ ہمارا یہ کام ہے۔ کہ ہم ان کو اس طرف متوجہ کریں تاکہ وہ عملاً دفتر سویم میں شامل ہو جائیں۔ سویم نومبر ۱۹۶۵ء سے دفتر سویم کا اجراء

کیا جاتا ہے۔" (الفضل، ۲۲ اپریل ۱۹۶۶ء) خدائے تعالیٰ کے فضل سے اب دفتر سویم کا چوتھا سال شروع ہو چکا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۲۵ اگست ۱۹۶۶ء ۱۳۴۷ھ کو تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان فرماتے ہوئے احباب جماعت کو جن امور کی طرف خصوصی طور پر متوجہ کیا ہے۔ وہ یہ ہیں کہ دفتر دویم کے معیار امتلاص اور دفتر سویم کے مجاہدین کی تعداد کو بڑھایا جائے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا کہ "دفتر دویم کی ذمہ داری آج میں انصار پر ڈالتا ہوں۔"

حضور کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ خدام الاحمدیہ کے دفتر دویم کے مجاہدین کو نہ صرف اپنے چندہ کی شرح میں اضافہ کرنا ہوگا۔ بلکہ دفتر سویم کے مجاہدین کی تعداد بڑھنا کہ اپنے پیارے امام سہام کو توقع پر پورا اترنے کی بھرپور کوشش کرنی ہوگی۔ حضور پر نور اس تعلق میں ہم احمدی نوجوانوں سے جو توقع رکھتے

ہیں وہ یہ ہے کہ:-

”دفترِ سویم کے اخلاص کے معیار کو بڑھانے کی کوشش کریں اور ان کی اوسط کو اسے بڑھا کر ستر تک لے جائیں اور آئندہ نسل کے دل میں خدمتِ اسلام اور انفاق فی سبیل اللہ کا جذبہ تیز کریں اور اللہ تعالیٰ ہماری کوشش کو کامیاب کرے تو ان دفترِ سویم کے مجاہدین کی تعداد تین ہزار سے بڑھ کر پانچ ہزار تک پہنچ جائے گی۔ میرے انداز سے کے مطابق تو یہ تعداد بہت بڑھ سکتی ہے لیکن اس زاد یہ نگاہ سے کہ ہماری یہ پہلی کوشش ہوگی جس نے صرف پانچ ہزار تک کہا ہے۔ ویسے اگر جماعتیں کوشش کریں تو اسے آسانی سے دس ہزار تک لے جا سکتی ہیں لیکن اس تعداد کو پانچ ہزار تک تو ضرور لے جانا چاہیے اور ان کے معیار کی اوسط کو بھی چودہ سے بیس تک کر دینا چاہیے۔“

(الفضل ۲، ربوہ ۱۳۳۷ھ)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے تحریکِ جدید سال نو کے اس اعلان کے ساتھ تمام احمدی نو جوانوں پر پیش از پیش ذمہ داریاں عاید ہو رہی ہیں۔ ہر خادم کو اپنے ارد گرد اپنے حلقہ احباب میں، اپنے گھر میں اپنے خاندان میں، جہاں کہیں بھی ممکن ہو تمام ایسے اطفال، خدام اور انصار کو جو تحریکِ جدید میں ابھی تک شامل نہیں ہوئے انہیں دفترِ سویم میں شامل ہونے کی تبلیغ و یقین کرنا ہوگی۔ تاکہ اس دفترِ بیابان کے مجاہدین کی تعداد حضور کی

توقعات کے مطابق نہ صرف پانچ ہزار تک پہنچ جائے بلکہ اس سے بھی آگے نکل جائے۔ نیز جو خدام دفترِ سویم میں شامل ہیں انہیں پہلے سے زیادہ وعدہ یا ادائیگی سے اپنے معیارِ اخلاص و قربانی کو بلند کرنے کا ثبوت دینا چاہیے۔ تبھی ہم اپنے امامِ ہمام کی توقعات پر پورے اتر کر خدا تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے ارشاد بن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور کے ارشادات پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خاکسار تمام قائدین، زعماء اور ناظمین تحریکِ جدید بلکہ ہر مجلس کے ہر عہدیدار سے درخواست کرتا ہے کہ تحریکِ جدید کا نیا سال اپنے جلو میں جو نئی ذمہ داریاں ہمارے اوپر عاید کر رہا ہے۔ ان کا احساس اپنے دوستوں اپنے بزرگوں اپنے بھائیوں اور تمام چھوٹے بڑے بچوں اور عزیزوں میں پیدا کیجئے۔ کیونکہ اسلام و احمدیت کی ساری دنیا میں تبلیغ و اشاعت کی تحریک و تحریکِ جدید کے مجاہدین میں شامل ہو کر اسلام کی آخری فتح کو قریب تر لانا ہر احمدی کا فرض ہے۔ آئیں! اور اپنے اپنے حلقہ اثر میں یہ احساس عام کریں کہ آج اسلام ہم پر بڑھ کر مالی قربانیوں کا مطالبہ کر رہا ہے۔ یقین کیجئے کہ آج ہمیں ایسے مواقع حاصل ہو رہے ہیں۔ جو ہمارے بعد انبوالہول کو مدیتر نہیں آئیں گے۔ آئیے اپنے عمل سے تاریخِ احمدیت میں ایک اور سنہری باب کا اضافہ کریں اور ثابت کر دکھائیں کہ احمدیت کی نئی نسل اپنے قابلِ رشک پیشہ و مجاہدین سے کسی طور بھی پیچھے نہیں۔ آئیے نہ صرف خود بلکہ دوسروں کو بھی تحریکِ جدید میں شامل کریں تاکہ اسلام کا پرچم ساری دنیا میں بلند شان سے لہاتا خود اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ آمین ثم آمین

صحیح جواب دیکھیں!

- ۱۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ء بمقام ڈھاکہ۔
- ۲۔ ۱۹۰۵ء۔
- ۳۔ ۲۳ مارچ ۱۹۳۰ء بمقام لاہور
- ۴۔ صدر مملکت جناب فیڈل مارشل محمد ایوب خان صاحب چیمبرین اور جناب صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب ڈپٹی چیمبرین۔
- ۵۔ دائرہ اینڈ پاور ڈیولپمنٹ اتھارٹی رپانی اور طاقات کا ترقیاتی ادارہ
- ۶۔ رچرڈ ٹکسن اور ایگنیو جو ۲۰ جنوری ۱۹۶۹ء کو حلف اٹھائیں گے۔
- ۸۔ جارج ویلس۔
- ۹۔ جناب قاضی انوار الحق صاحب
- ۱۰۔ مور ایس کوڈی مرویل۔
- ۱۱۔ سینٹو سینٹو۔
- ۱۲۔ پاکستان، ترکی، ایران پر مشتمل ادارہ ریجنیل کواپریشن فار ڈیولپمنٹ جس کے سیکرٹری پاکستان کے مسرت حسین زبیری ہیں۔
- ۱۳۔ جناب آغا شاہی۔
- ۱۴۔ ناؤنٹ ایورسٹ بلندی ۲۹۱۷۱ فٹ۔
- ۱۵۔ ۲۱ جون۔
- ۱۶۔ ۱۸۹۶ء۔
- ۱۷۔ یونائیٹڈ نیشنل ایجوکیشنل اینڈ سائنٹفک اینڈ کلچرل آرگنائزیشن۔
- ۱۸۔ ۱۵۔ ارکان۔ مستقل امریکہ۔ برطانیہ۔ روس۔ فرانس اور نیشنلسٹ چین (فارموسا) اور غیر مستقل ارکان۔
- ۱۹۔ ۱۵۶۔ ارکان۔
- ۲۰۔ ماسکو میں جہاں روسی حکومت کے دفاتر ہیں۔
- ۲۱۔ امریکی صدر کی سرکاری رہائش گاہ۔
- ۲۲۔ ربوہ میں ۱۰ نومبر ۱۹۶۸ء سے لے کر ۱۶ نومبر ۱۹۶۸ء تک۔
- ۲۳۔ جناب حضرت مولوی محمد دین صاحب سابق مبلغ امریکہ۔
- ۲۴۔ جناب قاضی محمد سلیم قاضی ایم۔ اے رکنیت،
- ۲۵۔ جناب مولوی دوست محمد صاحب پتہ: رشکریہ ڈیپارٹمنٹ آف سوکس تعلیم الاسلام کالج ربوہ

انگریزی ویب سائٹ کے مدیر کنٹرول ریٹ پر اور
بارعایت

تشریحیں — مناسب لاج

کریم میڈیکل ہال کھولیں پور بازار
لائل پور

حضرت المصلح الموعودؑ کا ایک انوکھا کارڈ

آپ بھی ایسے ہی عید کارڈ بھیج کرے

— از ڈاکٹر محمد احمد صاحب ابن حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب - ربوہ —

۱۹۲۰ء کے موسم گرما میں حضرت امیر المومنین

خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ڈاکٹری تشریف لے گئے تھے۔ اثنائے قیام میں عید الاضحیٰ کا دن بھی آگیا۔ حضورؑ نے یہ ارشاد فرمایا کہ نماز ظہر کے بعد شہر سے باہر چلیں گے۔ چنانچہ اہل قافلہ میں سے بعض کے ہمراہ بکروٹا پہاڑی پر تشریف لے گئے۔

ایک علیحدہ مقام پر پہنچ کر حضورؑ نے دو- دو رکعت نوافل باجماعت ادا فرمائے۔ جو قرأت بالجہر کے ساتھ ڈیڑھ گھنٹہ میں ادا کئے گئے۔ اس کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا:-

”لوگوں نے بھی پیسہ خرچ کر کے کچھ عید کارڈ بھیجے تھے۔ ہم نے بھی آج عید کارڈ بھیجے ہیں۔ اور وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر خوب ہی درود پڑھ کر دعا کی ہے۔ کہ ان کو اور ان کے خلفاء کو اور تمام اولیائے امت کو اور تمام پچھلے انبیاء کو حضور کی طرف سے، منتدیلوں اور حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب، حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب، محترم خلیفہ تقی الدین صاحب، محترم سید محمود اللہ شاہ صاحب، محترم نیک محمد صاحب

عبداللہ صاحب، عبدالقادر صاحب اور حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب (درد) اور ان ساتھیوں کی طرف سے جو بھیجے کوٹھی پر رہ گئے تھے۔ سب کی طرف سے تحفہ عید پہنچایا جائے۔ اور تحفہ وہ ہو جو اللہ تعالیٰ مناسب دیکھے۔“ اس کے بعد فرمایا کہ یہ دعا بھی بہت حد تک مختصر کرنی پڑی ہے کیونکہ وقت زیادہ ہو گیا تھا۔ اس کے بعد حضورؑ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی علیحدہ جگہ تلاش کی جائے مگر باوجود تلاش بسیار ایسی کوئی جگہ نہ مل سکی۔ اس پر فرمایا کہ اچھا چلو راستہ میں ہی دعا کرتے جائیں گے۔ چنانچہ اس طرح چلتے چلتے دعائیں کرتے ہوئے حضورؑ اپنی قیام گاہ پر واپس تشریف لے آئے میرے والد حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب بیان فرمایا کرتے تھے کہ یہ نماز نوافل اس قدر طویل تھی کہ بعض کمزوروں کو نیند کا ٹھونکا آجاتا تھا۔ مگر حضورؑ نے بڑے عزم کے ساتھ باوجود کمزور ہونے کے دعا کا حق ادا کیا۔ حضورؑ کے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کارڈ بھیجنے کا موجودہ طریق درست نہیں ہے۔ بلکہ بعد میں حضورؑ نے باقاعدہ طور پر اسے فضولی خرچی قرار دے کر اس کے امتناع کا حکم جاری فرمادیا تھا۔ پس بہترین عید کارڈ وہی ہے جو حضرت المصلح الموعودؑ نے پس فرمایا۔ ہمیں بھی اسی طریق کو اپنانا چاہیے۔ خدا تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

لائپور کے اہم صنعتی مرکز میں

چار سوئی سنگل اور ڈبل کا واحد مرکز

جہیزوں میں دینے کے لئے

نمدہ - عمدہ سیٹ بستر پکے رنگ کی دریاں مجنوں کھیس مخملی جامناز
مخملی گدیاں اور ڈبل پٹنگ کی چادریں ہر قسم مکانوں کوٹھیوں اور دفتروں کی آرائش اور
زیبائش کیلئے نئے نئے ڈیزائنوں میں پردہ کلا تھ - صوف کلا تھ سوئی و گرم فرشی دریاں سفید
دوسوئی کی چادریں ہر قسم نیز کاروں - سکوٹروں کی گدیوں کا کپڑا - جھاڑن - نپکین -
ٹیسل کلا تھ - تیکے - تولیے وغیرہ خریدنے کیلئے

”سیسم ٹیسٹری ہاؤس“

چوک گنٹ گھرا میں پور بازار لائپور پشیریف لاکر مشکور فرماویں

آنحضرت ﷺ کا شجرہ نسب

محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن
کلاب بن مُرّة بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر راحی کالقب
قریش تھا، بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن ملاکہ بن الیاس
بن مُضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

اس سے اوپر حضرت اسمعیل تک کے آیاء و اجداد کے نام میں اختلاف
ہے۔ پھر قیدار بن اسمعیل بن ابراہیم۔
(خاکسار غلام احمد)

قرآن کریم میں درج شدہ انبیاء کرام علیہما السلام بجا ترتیب زمانہ

آدمؑ - ادریسؑ - نوحؑ - ہودؑ - صالحؑ - ابراہیمؑ - لوطؑ - اسماعیلؑ - اسحاقؑ -
عیقوبؑ - یوسفؑ - ایوبؑ - شعیبؑ - یونسؑ - موسیٰؑ - ہارونؑ - داؤدؑ -
سلیمانؑ - ایساؑ - اسیحؑ - عزریہؑ - ذوالکفلؑ - زکریاؑ - یحییٰؑ - عیسیٰؑ - محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جن کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ نبی تھے یا صرف مقربان الہی
ذوالعشرین - لقمان۔

جن نبیوں کا ذکر اشارۃً قرآن میں آیا۔

(خاکسار غلام احمد)

سموئلؑ - حزقیلؑ علیہم السلام۔

حکیم سید عبداللہ ہادی بہادی

غَمِ حضرتِ صالح الموعود رضی اللہ عنہ

Digitized By Khilafat Library Rabwah

آج کس کے غم میں ہے ہرچشم سے آنسو رواں
 کون تھا سینہ سپر ہر رزم میں مثلِ جواں
 کس نے کی سارے جہاں میں قوم ہی کی رہبری
 جبکہ تھا مکانہ میں شدھیوں کا زور و شور
 ڈوبنے کو تھا سفینہ ہر جگہ اسلام کا
 جس کے دم سے ہر طرف تھی روشنی پھیلی ہوئی
 مرکزِ تشلیث بھی اس شمس سے روشن ہوا
 ہاں وہی دنیا کا مصلح موعود تھا
 گرچہ مادی آج وہ نظروں سے میری ہے نہا
 یاد میں آقا کے اپنے ہر بشر ہے نیم جہاں
 لکشن ملت میں ہے وہ کونسا روح رواں
 کون رکھتا درد تھا ملت کا سینے میں نہاں
 کس نے کی ادیان پر اسلام کی ہی برتری
 حکم سے کس کے ہوئی واں مسلموں کی رہبری
 اس سفینے کا یہی اک نا خدا ثابت ہوا
 ظلمتِ تشلیث میں شمع فروزاں ہو گئی
 افریقہ و امریکہ میں جس کی پہنچی ہے ضیا
 نام تھا محمود جن کا کام بھی محمود تھا
 اس کی شفقت یاد کر کے دل ہوا ہے خوشچال
 لب پہ ہے آہ و فغاں اور شہم سے آنسو رواں

آج جس کے فیض کا ہرمت، دریا رواں
 مادی اس کی لکھ گیا ہوں مختصر سی داستان

خلافت احمدیہ اور احمدی نوجوانوں کی ذمہ داری

لفظ اخلاص احمدیت سے اصطلاحی طور پر جماعت احمدیہ کے وہ باہمت اور اولوالعزم نوجوان مراد ہیں جن کی عمریں سولہ سال سے لے کر چالیس برس تک جاتی ہیں۔ یہ زمانہ زندگی میں بھرپور زمانہ ہوتا ہے۔ عوام اور امتوں کا زمانہ ہوتا ہے۔ احمدی نوجوانوں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس پر جوش حصہ زندگی میں دین پر سچے عامل ہوں۔ دین کا علم حاصل کرنے والے دین کی خدمت کو اپنا نصب العین قرار دینے والے ہوں۔ انہیں دینی مسائل کا درک ہو اور وہ دین کی ذمہ داریوں کو پوری طرح نبھانے والے ہوں۔

مشہور مقرر ہے کہ نوجوان قوموں کی پیڑھ کی بڑی ہوتے ہیں۔ ان سے قوموں کے مستقبل وابستہ ہوتے ہیں۔ ایک فارسی شاعر کہتا ہے کہ

در جوانی تربہ کردن شیوہ پیغمبری است

وقت پیری گرگ ظالم می شود پیرنگار

یہ شعر پوری طرح صداقت پر مشتمل نہ سمجھیں کیونکہ بنی تو روزِ اول سے معصوم ہوتا ہے۔ تب بھی اتنی بچائی کا ضرور عامل ہے کہ جوانی کے زمانہ میں نیکی اور تقویٰ اختیار کرنے والا اللہ تعالیٰ کے خاص فضلوں کا وارث ہوتا ہے۔

احمدی نوجوانوں کی ذمہ داری اپنے بزرگوں کی ذمہ داری کی طرح نعمتِ خلافت کے دائمی بنانے میں یکجا ہے بلکہ گو نہ زیادہ ہی ہے۔ کیونکہ خلافت

الہی وعدہ کے مطابق ایک خاص نعمت ہے جو عمل صالح بجالانے والے مومنوں کو دی جاتی ہے۔ اور جب کسی قوم کو اللہ تعالیٰ کسی انعام سے سرفراز فرماتا ہے۔ تو وہ ان سے اس انعام کو واپس نہیں لیتا۔ جب تک وہ قوم اپنے حالات کو تبدیل نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغۡیۡرُ مَا یَقۡوۡمُ بِحَسۡبِ یَغۡیۡرُ مَا یَقۡوۡمُ بِحَسۡبِ مِیۡرَیۡہِ سُنَّتِہِ اَوْ رِقَاقِہٖ ہُوَ کہ میں کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود اپنی حالت کو نہیں بدل لیتی۔ قوموں کی حالت بالعموم نسلوں کے ذریعہ بدلا کرتی ہے۔ آج کل کے بپ کل کی قوم کی باگ ڈور سنبھالنے والے بنیں گے۔ اگر ان کی صحیح تربیت نہ ہو۔ اور وہ اپنے اصلاح کے نقش قدم پر چلنے والے نہ ہوں۔ تو وہ بڑے ہو کر اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے قابل نہیں بن سکتے۔ خلافت اس قسم کا انعام نہیں کہ لوگ اسے زورِ بازو سے حاصل کر سکیں۔ یا زورِ بازو سے قائم رکھ سکیں۔ یہ تو معنِ موہبتِ ربانیہ ہے جو اللہ تعالیٰ مومنوں کی اس جماعت کو دیتا ہے۔ جو نیکو کار اور احکامِ الہیہ پر کار بند ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو نعمتِ خلافت سے نوازا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر یہ لیوں ادا ہوتا ہے۔ کہ ہم سب خلافت

پس احمدی نوجوان اسی روح کو اپنا کر اور
اسے ترقی دے کر اپنے فرض سے سبکدوش ہو سکتے
ہیں۔ یہی وہ صورت ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنی
اس عظیم نعمت، خلافت، کو جماعت میں دائمی طور
پر قائم رکھے گا۔ اور اپنے وعدہ کے مطابق اپنے
فضلوں سے جماعت کو نوازتا رہے گا۔ نسلاً بعد
نسلاً یہ نعمت قائم رہے گی۔ اور جماعت کا ہر قدم
ترقی کی طرف اٹھے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے نوجوانوں کو اپنی ذمہ داریوں
کو سمجھنے کی توفیق بخشے آمین :

سے وابستگی اختیار کریں۔ خلیفہ وقت کے لئے
دعائیں کریں۔ اس کی بیان کردہ سکیموں پر عمل پیرا
ہوں اس کے احکام اور فیصلوں کی صدق دل سے
تعمیل کریں۔ اور جن جماعتی قربانیوں کے لئے
اشاعتِ اسلام کی خاطر وہ بلائے۔ ان کو خندہ
پیشانی سے پیش کریں۔ یہ روح ہے جو جماعت
کے تمام افراد میں پوری طرح موجزن ہونی چاہیئے۔
اس روح کے ترقی کرنے سے جماعت کا قدم ہمیشہ
آگے کی طرف اٹھے گا۔ اس روح کو پیدا کرنا اور اس
کے مطابق اپنی زندگیوں کو بنانا سب احمدیوں کا
فرض ہے اور نوجوانوں کو اس بارے میں بہت
زیادہ احساس اور سنجیدگی کی ضرورت ہے۔

فرنیچر پالش کرنے کا طریقہ

اشیاء :- کاسٹک سوڈا۔ پانی۔ چاک مٹی۔ سریش۔ ریگ مال۔ میتھیلیٹ سپرٹ۔ دانہ لاکھ۔
کاسٹک سوڈے کو پانی میں ملا کر بہت ہلکا کر لیں۔ اب اس سوڈا ملے ہوئے پانی سے فرنیچر
طریقہ :- کو اچھی طرح صاف کر لیں۔ پیرے کے ٹکڑے کو بھگو کر فرنیچر پر زور سے رگڑیں۔ اگر میز
یا کرسی میں سوراخ بھی ہیں۔ تو پالش کرنے سے پہلے انہیں سریش اور چاک مٹی ملا کر پُر کر لینا چاہیئے۔
اور بعد میں ریگ مال سے اوپر سے صاف کر دینا چاہیئے۔ اب میتھیلیٹ سپرٹ کی ایک بوتل میں
آدھ پاؤ دانہ لاکھ ڈال کر پالش تیار کر لیں اور فرنیچر پر آہستہ آہستہ لپیٹ کر دیں۔
پالش کے تین دفعہ لپیٹ کرنے کے بعد آپ کا فرنیچر بالکل تیار ہو جائے گا۔

محمد عمر دراز تنویر۔ نامہ نگار خصوصی "خالد"

44/C سمن آباد۔ لائل پور

مکرم میجر عبدالحمید رضا

امریکہ میں ڈیٹن مسجد کی تعمیر

Digitized By Khilafat Library Rabwah

فوج سے ریٹائر ہونے کے بعد اس عاجز کواریچ
۱۹۶۲ء سے لے کر ۲۲ مئی ۱۹۶۳ء تک انگلستان میں
اور ۲۲ مئی ۱۹۶۳ء سے لے کر ۲۸ فروری ۱۹۶۴ء
تک امریکہ میں تبلیغ اسلام کی سعادت نصیب ہوئی
فلاحیہ مذہبی خلیفہ۔

اس عرصہ میں سب سے اہم واقعہ ڈیٹن اداپو
میں مسجد کی تعمیر ہے۔ چنانچہ قارئین خالد کے افادہ کے
لئے اسی ایک واقعہ کو پیش کیا جاتا ہے۔

۱۹۵۲ء میں ہمارے ایک مخلص بھائی مکرم
ذکر کریم صاحب مقیم ڈیٹن اداپو نے ایک قطعہ جس کا
طول ایک سو فٹ اور عرض چالیس فٹ تھا مسجد کے
لئے ہبہ کر دیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں انہوں نے چندہ
اگٹھا کر کے اس پر ایک تہ خانہ تعمیر کیا۔ مگر مسجد کی
تعمیر کے لئے جس رقم کی ضرورت تھی وہ میاں ہو سکی
لہذا مسجد کی تعمیر کا کام ایک نامعلوم عرصہ کے لئے
معزنی التوا میں پڑ گیا۔

۱۹۶۲ء کو یہ عاجز ڈیٹن سے
ہوتا ہوا بزمین تبلیغ ڈیٹن پہنچا۔ سٹیشن پر ایک
عمر رسیدہ دوست مکرم شہداء قدیر صاحب جن کی عمر
۸۵ سال کے لگ بھگ تھی۔ استقبال کے لئے تشریف
لائے ہوئے تھے۔ ان کے پھٹے پورے کپڑے دیکھ کر
یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ نہایت ہی مفلوک الحال ہیں۔

چنانچہ ان کی رہنمائی میں ایک لوکل بس پر ہم دونوں
سوار ہوئے۔ ان کی غریبانہ حالت سے متاثر ہو کر
میں نے مناسب سمجھا کہ ان کا کرایہ بھی خود ہی ادا کر دوں
مذکورہ بالائے خانہ کے ساتھ ہی مکرم ولی کویم صاحب
کا رہائشی مکان تھا۔ جس میں میری رہائش کا انتظام
بھی کیا گیا۔ وہاں جا کر جب حالات کا جائزہ لیا۔ تو
معلوم ہوا کہ نہ ہی تعمیر کے کام کرنے کے لئے کوئی
دفتر ہے۔ نہ ٹیلیفون ہے نہ ہی ٹائپ رائٹر ہے۔
تہ خانہ میں چند بوڑھے اور غریب لوگ نماز کے لئے
جمع ہو جاتے۔ ان کا ماہوار چندہ ساٹھ ڈالر کے قریب
ہوتا۔ جس میں سے نصف وہ لوکل ضروریات کیلئے
رکھتے اور باقی نصف ملکی مرکز جماعت احمدیہ واقعہ
واشنگٹن میں بھیج دیتے۔

سب سے پہلے میں نے احباب جماعت کو خطا
کرتے ہوئے ایک خوبصورت دفتر کے قیام کی اپیل
کی۔ انہوں نے ارکلی چندہ جمع کر کے کچھ کرسیاں
میز اور ایک بوسیدہ قالین کا انتظام کر دیا۔ یہ سب
اشیا کسی کباڑی کی دکان سے خریدی گئی تھیں۔
مگر ٹائپ رائٹر اور ٹیلیفون میاں نہ کر سکے تہ خانہ
کی چھت پر ایک گچھا سٹور روم تھا۔ اسے خالی کر کے
دفتر کی شکل دی گئی۔

چند دنوں کے بعد اس عاجز نے مرکز کو سفارش

کی کہ وہ مسجد کی تعمیر کے لئے کچھ قسم روانہ کریں۔ جناب
مکرم وکیل اعلیٰ صاحب کی ہدایت پر مسجد کا تخمینہ حاصل کیا
گیا تو معلوم ہوا کہ پچیس ہزار سے پینتیس ہزار ڈالر کے درمیان
صرف مسجد کی تعمیر پر خرچ آئے گا۔ اور فرنیچر وغیرہ پر
مزید دس ہزار ڈالر درکار ہوں گے۔ مرکز نے امریکہ کے
باقی مشنوں سے خط و کتابت کر کے یہ فیصلہ کیا کہ ڈیٹن
کی بجائے شکاگو میں مسجد تعمیر ہو اور اس سلسلہ میں ایک
مسجد کمیٹی بنائی گئی۔ جس کے چیئرمین مکرم سید جواد علی شاہ
صاحب مقرر ہوئے۔ اس پر اس عاجز نے مرکز سے
اجازت لئے کہ مقامی طور پر چندہ جمع کر کے ڈیٹن میں
مسجد تعمیر کرنے کا پروگرام بنایا۔ چنانچہ جب پچیس بار
میں نے ڈیٹن کے احمدی احباب کو اس سلسلہ میں خطا
کیا۔ تو مکرم ولی کریم صاحب مرحوم نے جن کی عمر ۷۷ سال
کے قریب تھی طرطری ہو کر کہا۔

’میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر اقرار کرتا ہوں
کہ اگر کسی اور بھائی نے میرا ساتھ نہ دیا تو میں اکیلا ہی
یہ مسجد تعمیر کروں گا۔‘

یہ کلمہ یاد از بلند انہوں نے اللہ آبر کیا۔
ان کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے کچھ عجب تاثیر پیدا کی۔ مکرم
عبدالقدیر صاحب نے جن کا ذکر اس مضمون کے شروع
میں آچکا ہے۔ سب سے پہلے وعدہ کیا کہ وہ ایک ہزار
ڈالر چندہ دیں گے۔ پھر مکرم ولی کریم صاحب نے بھی
وعدہ کیا کہ وہ بھی ایک ہزار ڈالر چندہ دیں گے۔ چند
دنوں کے بعد مکرم عبدالقدیر صاحب نے ایک ہزار
ڈالر دیدیئے۔ اور مکرم ولی کریم صاحب کے پاس
نیکسیر تو کوئی رقم نہ تھی۔ البتہ انہوں نے غالباً
ایک ہزار ڈالر سے قرض سے لے کر ایک ہزار ڈالر دیدیئے۔

لوکل بحیثہ امام اللہ کی طرف سے ایک سو ڈالر موصول ہوا۔
بعد میں محکم امریکہ کی بحیثہ نے ایک ہزار ڈالر دینے کا
وعدہ کر دیا۔ اگرچہ یہ رقوم تخمینہ کی رستم سے بہت کم
تھیں۔ تاہم مجھے یقین ہ گیا کہ اس تحریک کے پیچھے
اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ لہذا حوصلہ بڑھتا گیا۔ ہم نے
میسو سیل کمیٹی میں بلڈنگ پرمیٹ کے لئے درخواست
دی۔ اس کے منظور ہوتے ہی مکرم ولی کریم صاحب
وفات پا گئے۔ ان کی وفات پر حبیب الفضل میں اشاعت
کے لئے مضمون تحریر کر رہا تھا۔ مکرم عبدالقدیر صاحب
میرے پاس ہی بیٹھے تھے۔ انہیں مخاطب کر کے میں نے
عرعن کی کہ جس دوست نے خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر اکیلے
مسجد تعمیر کرنے کا اقرار کیا تھا۔ وہ تو اب چل بسا۔ لہذا
اگر ممکن ہو سکے۔ تو وہ مزید رقم ادا کریں۔ چنانچہ آپ
نے ایک ہزار ڈالر مزید دینے کا وعدہ فرمایا۔ اور دوسرے
روز یہ رقم بھی دیدی۔ میں نے اس نیک دل بھائی
کو تحریک کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ حتیٰ کہ وہ ایک۔
دو مزید چار ہزار ڈالر کی رستم دینے پر آمادہ ہو گئے
گو یا کل رستم آپ نے مبلغ چھ ہزار ڈالر خزانہ خدا کی
تعمیر کے لئے دے دیا۔ اور اس عاجز نے اللہ تعالیٰ
پر توکل کر کے تعمیر کا کام شروع کر دیا۔ آہستہ آہستہ
امریکہ کے باقی شہروں کی طرف سے بھی رقوم آنی
شروع ہو گئیں۔ اور مرکز کی طرف سے بھی مبلغ پانچ
ہزار ڈالر کی رستم وصول ہوئی۔ حضور سے ہی عرصہ
میں خدا تعالیٰ کے فضل اور رستم کے ساتھ ایک
نہایت ہی خوبصورت مسجد میناروں اور گنبد کے ساتھ
تعمیر ہو گئی۔

اس کے ال میں ایک دیدہ زیب اور خوشنما بزرگ

اور شرکاگو میں صرف عمارتیں ہیں جنہیں مسجد کا نام دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس فضل اور احسان پر عجب بھی شکریہ ادا کیا جائے مقصور ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس مسجد کو اعلیٰ کلمۃ اللہ کا ذریعہ بنائے ہدایت اور نور کا یہ مرکز ہو۔ اور یہ مسجد امریکہ کے طول و عرض میں لاتعداد مساجد کی تعمیر کا پیش خیمہ ہو۔ آمین
تم آمین

کا قالین بچھا ہوا ہے۔ مسجد کے ساتھ ایک نہایت ہی خوبصورت دفتر بھی تعمیر ہو گیا۔ ٹیلیفون لگ گیا۔ فرنیچر نیا خرید اگیا۔ ٹائپ رائٹر مل گیا۔ اور اور بھی بہت کام ہوئے۔ اور جب تمام خرچ کا حساب کیا۔ تو کل سولہ ہزار پانصد ڈالر میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم سے یہ سارا کام ہو گیا۔ خال احمد دہلوی علیٰ ذلک۔
امریکہ میں جماعت احمدیہ کی یہ پہلی مسجد ہے جو ڈیٹن میں تعمیر ہوئی۔ باقی واشنگٹن۔ پٹس برگ۔

اقوالِ زریں

راز حضرت مسیح موعودؑ

۱۔ تم اپنے خدا سے ڈرو اور پاک دل ہو جاؤ۔
۲۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو۔
۳۔ اللہ تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔
۴۔ خدا تعالیٰ اپنی طرف انبیا لے کی سعی اور کوشش کو ضائع نہیں کرتا۔

۵۔ ہمارا خدا وہ خدا ہے جو ہر ایک بات پر قادر ہے۔
۶۔ خدا کی لعنت سے ڈرو۔ جو آسمان سے نازل ہوتی ہے اور جس پر پڑتی ہے اس کی دونوں جہانوں میں بیخ کنی کر جاتی ہے۔

۷۔ خدا کی رحمت فرمانبرداروں اور راستبازوں پر ہوتی ہے جو خدا کے حضور نیکی اور پاکیزگی کا ستھ لے کر جاتے ہیں۔

۸۔ غالب وہی ہوتا ہے جس کو خدا نے اپنا نور اور فضل دے کر بھیجا ہے۔

۹۔ گناہ کی وجہ بھی اللہ تعالیٰ پر عدم یقین ہے۔

عزیز و ایہ دین کی حدت کا وقت ہے

”عزیز و ایہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے حدت کا وقت ہے اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی اتنے نہیں آئے گا۔ تم ایسے برگزیدہ بنی کے تابع ہو کر کیوں بہت ہارتے ہو؟ تم اپنے وہ نمونے دکھلاؤ جو فرشتے بھی آسمان پر تمہارے صدق و وفا سے حیران ہو جائیں۔ اور تم پر درود بھیجیں۔“

راشد از کشتی نوح مصنفہ حضرت مسیح موعودؑ بانی سلسلہ احمدی

حضرت المصلح الموعود صلی اللہ علیہ وسلم

۱۰۔ خدا کے غلام دنیا کے بادشاہوں سے زیادہ معزز ہیں۔

۱۱۔ انسان اگر کامیاب ہونا چاہتا ہے تو اس کا فرض ہے کہ عجز اور انکسار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرے۔

۱۲۔ قوی کاموں کو پورا کرنا ذاتی کاموں سے زیادہ مقدم ہوتا ہے۔

۱۳۲۸ھ
۱۳۲۸

حضرت ڈاکٹر میر محمد امجد علی شاہ

مغرب زدہ

صفائی

(۱)

خوب ہے تیری صفائی۔ اے حسین
اور بنا کرتی ہے زلفِ عنبریں
ایک ٹب میں غسل ہوتا ہے وہیں
ہے چھری کاٹنے میں سب ایمان و دیں
ہیں غذائیں تیری امریکہ کے طین
کھا کے کٹی تاک نہیں۔ صد آفریں
تو ہے گویا ساکن پرینا بریں
کچھ صفائی آپ، لوگوں میں نہیں
ساری باتیں فطرتی "گم ہو گئیں"

مرحبا! یورپ زدہ۔ فیشن پرست
ڈارلھی مونچھیں صبح دم ہوتی ہیں صاف
مسیل اور صابن کے اندر بیٹھ کر
تیرے ناخن پنجہ ساگ سے غلیظ
تازہ کھانا منع ہے تیرے لئے
دانت تیرے مہل سے ہر دم بھرے
بجوتیوں کے فرش پر پھرتا ہے یوں
پھر بھی تو کہتا ہے "کالا لوگ" کو
اہل مغرب کی تو فطرت مسخ ہے

تیرے آبار کا عمل ان سب پہ تھا
وائے حسرت! تو نے ساری چھوڑ دیں

زمینیت

(۲)

مرد سے عورت بنا ہے نازنین
یوں ہے جیسے چل رہی ہو اک مشین
پر ہے ختنہ پر ہمیشہ نکتہ چیں
ناچنے گانے لگی محسن نشیں

سرخنی اور پوڈر ہے چہرے پر لگا
ناک سے اور منہ سے سگریٹ کا دھواں
کٹ گئے ٹائٹل۔ اینڈ کس شوق میں
میم صاحب "محرم نامہ" مال

چھوڑ ایسی زندگی کو اے عزیز!
یہ تو ہے تہذیبِ دھالی لہیں

حکایات

سانگلہ ہل مشہور ہے اور ریل کے ٹائم ٹیبل میں بھی اس کا یہی نام درج ہے۔ پنجاب کا یہ علاقہ ایسا سخت گرم ہے کہ وہاں گرمیوں میں آگ بستی ہے ایک دفعہ وہاں کے ٹائی سکول کے لئے اخبارات میں یہ اشتہار نکلا کہ ایک ہیڈ اسٹر کی ضرورت ہے جو لائق اور تجربہ کار ہو اور انگریزی کا مضمون خاص طور پر اچھا پڑھا سکتا ہو۔ وہ اشتہار کسی انگریزی اخبار میں ایک بنگالی بابو کی نظر سے بھی گذرا جو غالباً کلکتہ میں رہتے تھے۔ بچارے ایم۔ اے تھے غریب تھے اور ساتھ ہی نیم مسلول بھی اور لوگوں کی طرح انہوں نے بھی اس پوسٹ کے لئے عرضی دیدی اور خیال یہ کر لیا کہ نہ صرف گذارہ چل جائیگا۔ بلکہ ہل سٹیشن (HILL STATION) ہونے کی وجہ سے میری بیماری پر بھی اچھا اثر پڑے گا۔ اور میری ہوا کہ سکول کے منتظمین کے پاس جتنی درخواستیں آتی تھیں ان سب میں اس بنگالی کی درخواست بہترین قرار دی گئی۔ کیونکہ اس کی ڈگریاں بھی زیادہ تھیں۔ اور غالباً تجربہ بھی۔ عرض اسی کو بلا لیا گیا۔ اس پر بنگالی بابو نے جھٹ پٹ پہاڑ کے موسم کے مطابق گرم جوڑے تیار کروا کر اپنا سفر پنجاب کی جانب شروع کر دیا۔ لاہور پہنچنے کے بعد وہ سانگلہ ہل والی گاڑی میں بیٹھے اور ہر سٹیشن پر پوچھنا شروع کیا۔ کہ سانگلہ ہل کتنی دور ہے؟ عرض اسی طرح سفر کرتے آخر سانگلہ سے ورلے سٹیشن تک پہنچ گئے۔ اس وقت مسافروں نے کہا کہ لیجئے اب اگلا سٹیشن سانگلہ ہل کا ہے جہیز مٹی یا جوں کا تھا اور دوپہر کا وقت۔ مسافروں کے ہرٹن ٹو سے پسینے بہ رہے تھے۔ اور گرمی کے مارے ٹرین کے ڈبے تنور کی طرح تپ رہے تھے کہ سانگلہ کے قریب جانے کا ہم شکر بنگالی بابو نے اپنا ٹرنک کھولا۔ اور جلدی جلدی بنیان سویٹر گرم تپلون اور جرابیں پہن کر اوپر سے ایک موٹا اور کوٹ بڑھا لیا۔ پھر گلہ بند گردن کے گرد لپیٹ کر منزل کی مشدد کی راہ تکتے لگے۔ ڈبے کے مسافر حیران تھے کہ یہ شخص بھلا ہے یا دیوانہ؟ آخر سانگلہ ہل تو آگیا۔ مگر ٹھنڈک نہ آئی نہ پہاڑ کا سرد ہوا۔ نہ سبز نہ بارش۔ ارے باپ۔ رے باپ! یہ کیسا ہل سٹیشن ہے؟ اتنے میں ایک استاد اور کئی لڑکے سکول کے جوئے ہیڈ ماسٹر کو لینے گئے۔ آئے تھے پہنچ گئے تھے ماسٹر ایک سو بیس درجہ پر۔ اور ادھر سے لباس وہ جس کا ذکر کر چکا ہے۔ شکل گرمی سے لاپتہ ہوئے بنگالی کو درجہ میں سے کھینچ کر نکالا گیا۔ اسباب اترا دیا۔ اور لڑکے کہنے لگے کہ چلے شہر کو۔ لیکن وہاں نہ موٹر تھا نہ ٹانگہ نہ ٹم ٹم۔ اسی گرمی اور لباس میں بچا بنگالی بابو کوئی فرلانگ بھی پیدل نہ چلے ہنگے کہ گرمی کے مارے ہوش ہو گئے۔ لڑکے چار پانی پر ڈال کر ان کو شفا خانہ لیگئے تو معلوم ہوا کہ ہیٹ سٹرک (HEAT stroke) ہے۔ سب کپڑے اتار دیئے گئے۔ پانی کے ٹپ میں ان کو لٹا دیا گیا۔ سر پر پرفرکھی گئی تب کہیں جا کر شام تک ہوش و حواس درست ہوئے۔ ہوش میں آتے ہی فرمانے لگے کہ بابا ہم تو اسے ہل سٹیشن سمجھ کر آیا تھا مگر ایسے ہل سٹیشن کی ہمیں خبر نہ تھی۔ جہاں ہیٹ سٹرک ہو جا۔ ہم تو ایک دماغ بھی یہاں رہنا نہیں مانگتا۔ عرض دو تین دن میں کچھ احتیاج ہو کہ وہ سیدھے کلکتہ واپس بھاگے اور طلبہ کو اپنی حالت پر ہنستا چھوڑ گئے۔ بعض ناموں میں بھی بہت دھوکا ہوا ہے۔

ہیجرٹوں کی کرامت

۱۹۰۵ء کا ذکر ہے کہ میں پہلی دفعہ ملازم ہو کر وہاں میں متعین ہوا۔ گرمی اس سال سخت پڑی اور بارش کے ہونے میں اس قدر کھینچ ہو گئی کہ زمین العطش العطش پکارنے لگی ہندوؤں نے غریبا کیلئے لنگر کھول دیئے۔ اور مسلمانوں نے یہ فیصلہ کیا کہ نماز استقامت پڑھی جائے۔ چنانچہ پہلے روز حنفی جمع ہو کر جنگل میں گئے۔ نماز استقامت پڑھی پادریں الٹا الٹا کر دعائیں مانگیں۔ اور آگئے۔ دوسرے دن اہلحدیث اسی طرح گئے اور وہی عمل کر آئے۔ تیسرے دن شیعہ گئے اور اپنے مذہب کی رو سے بارش کی دعا مانگا کر آگئے غرض روزانہ کوئی نہ کوئی فرقہ جاتا اور خدا سے بارش کی دعا مانگتا مگر..... نام کام آجاتا۔ غالباً ساتواں دن تھا کہ شہر میں غل مچ گیا کہ آج ہیجرٹے بارش مانگنے جا رہے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ جمع ہو کر دس بجے شہر سے باہر نماز کے لئے گئے اور بارہ بجے موشلا دھار مینہ برساتے اور بھیگتے ہوئے واپس آئے۔ شہر میں مبارک سلامت کا شور برپا ہو گیا۔ لوگوں نے یہی کہا کہ اس درگاہ میں عاجزی اور انکساری پسند ہے۔ اسی وجہ سے اس فرقہ کی دعا فوراً قبول ہوئی۔ باقی سب مدلولی۔ عالم۔ لمبی ڈاڑھیوں والے اپنے دین پر یا اپنی قبولیت پر یا اپنے حسب نسب پر فخر کرنے والے اور متکبر تھے۔ کسی فرقہ میں چا انکسار نہ تھا۔ مگر ہیجرٹے بیچاروں کو کس ہات پر فخر ہو سکتا تھا؟ وہ عاجزی اور فروتنی لے کر گئے تھے اور ابر رجس برساتے لائے تھے۔

احمقانہ رازداری

ایک شہر میں ایک سیٹھ صاحب رہا کرتے تھے۔ ان کا ایک لڑکا سات آٹھ سال کی عمر کا تھا سیٹھ امیر تو گلی کے نژاد والے ڈاکٹر کو بلا کر دکھایا۔ تو اس نے کونین مع فیور مکیچر کے دیدیا۔ ہندوستان میں پیریا کی اتنی کثرت ہے کہ ہر بخار کی تشخیص ابتدائی ایام میں غمو یا پیریا ہی ہوتی ہے۔ سیٹھ صاحب نے ایک گھنٹہ کے بعد بخار میں کمی نہ دیکھی تو جھٹ بڑے بازار والے ڈاکٹر کو بلا دیا۔ اور نوکر کو سمجھا دیا۔ کہ ہرگز کوئی شخص اس ڈاکٹر کو یہ نہ بتائے کہ گلی والا ڈاکٹر پہلے یہاں ہو گیا ہے چنانچہ وہ ڈاکٹر بھی آیا۔ اور اس کو بتایا کہ ابھی تک کسی ڈاکٹر نے مرہین کو نہیں دیکھا نہ کسی کا علاج ہوا ہے اس نے بھی تدبیر و علاج کے مطابق اسے کونین کے کیچٹ اور کوئی مکیچر دے دیا۔ ایک گھنٹہ کے بعد سیٹھ صاحب نے چوک والے ڈاکٹر کو بلوایا اور اس سے بھی پہلے ڈاکٹر کوں کے نام اور ان کے نسخے منغمی رکھے گئے۔ اس بیچارے نے بھی یوکنین اور ایسپرین ملا کر لڑکے کو دینی شروع کر دی۔ جس سے کچھ پسینہ بھی آگیا۔ مگر ڈاکٹر کوں اور علاج کا سلسلہ رات بھر برابر چلتا رہا۔ جو بھی آیا۔ اس نے اپنے تئیں پہلا معالج سمجھ کر مرہین کے حلق میں کونین ٹھونس دی۔ اور غضب یہ کہ سیٹھ صاحب آیا۔ ایک دو گھنٹہ کے بعد معالج بدلتے رہے۔ اور نتیجہ کا انتظار کئے بغیر معالج سے یہ مطالبہ کرتے رہے کہ بس بخار ابھی اتر جائے۔ اور کسی کو یہ نہ بتایا۔ کہ تم سے پہلے بھی کوئی ڈاکٹر آیا تھا۔ اور وہ یوکنین کی پڑیا یا ایسپرین اور کونین کی کیچٹ کھلا گیا تھا۔ یا کونین مکیچر پلایا گیا تھا۔ آخر کونین کھاتے کھاتے لڑکے کو سخت ہڈیاں شروع ہو گیا۔ پچھلی رات کو اسے ایک ڈاکٹر نے کونین کا نیکہ زید جلد لگا دیا۔ اور صبح ہوتے ہوتے آخری معالج نے جسے پہلے علاج کا علم نہ تھا۔ ورید کے اندر ۵ گرین کونین ڈال دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اٹھارہ گھنٹہ کے اندر قریباً ایک ڈرام کونین مرہین کے اندر پے درپے پہنچ گئی۔ جس نے اسے بسرعت اللہ میاں کے ہاں پہنچا دیا۔ یہ ہے نتیجہ اخفا کی بیوقوفی اور احمقانہ رازداری کا اسے ہم لوگ (OVER DOSING) کہتے ہیں۔

غزوہ بدر — ایک واقعاتی جائزہ

غزوہ ایک اصطلاح ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح نگاروں نے وضع کی ہے، اس سے مراد ہر وہ جنگ یا مقابلہ یا ہم ہے جس میں آپ بنفس نفیس شامل ہوئے ہوں۔ لیکن ایسی جنگ یا مقابلہ جس میں آپ خود تو شامل نہ ہوئے بلکہ کسی صحابی کی امارت میں کوئی دستہ روانہ فرمایا اسے مورخین نے سریہ یا بعث سے موسوم کیا ہے۔ غزوہ کے لئے ضروری نہیں کہ اس میں دشمن سے جنگ ہی ہو بلکہ غزوہ عیدیبہ بھی غزوہ کہلاتا ہے حالانکہ یہاں جنگ کی بجائے ایک صلحنامہ پر ہر دو فریق کا اتفاق ہو گیا تھا۔ ان غزوات میں سے چند ایک تو بہت ہی مشہور ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ آپ کو بے شمار مقابلے دشمن سے پیش آئے جو پچاس کے قریب ہی اکثر غزوات میں آپ کو مدینہ سے باہر جانا پڑتا تھا بعض غزوات میں تو پانچ سو میل کا سفر بھی اختیار کرنا پڑا۔ یہ غزوات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بے شمار پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں اور آپ کی شخصیت اور آپ کی سیرت کے آئینہ دار ہیں۔ لیکن بعض متعصب عیسائی مورخین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو اس رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے کہ جس سے یہ نتیجہ نکلے کہ آپ ہیر و تشدد کے حامی تھے۔ اور خود بالذات آپ نے تلوار کے زور سے اسلام پھیلانے کی کوشش کی چنانچہ مغربی مورخین کے اس خیال کو بعض نادان اور کم فہم مسلمانوں نے

بھی اپنانے کی کوشش کی ہے جو نہایت قابل افسوس اور حد درجہ شرمناک امر ہے۔ دشمن کا یہ خیال محض تعصب تنگ نظری اور حقائق کو چھپانے کا نتیجہ ہے حالانکہ تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص اچھی طرح جانتا ہے کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ اپنی سچائی کے بل بوتے پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور آپ کے صحابہؓ کے کردار کے زور سے پھیلا ہے۔

اسلام کی ساری جنگیں درحقیقت دفاع اور خود حفاظتی کے لئے تھیں۔ ورنہ جس حالت میں مسلمانوں نے جنگ کا آغاز کیا۔ اسے کسی حالی میں بھی جبر و تشدد کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ تاریخ شاہد ہے کہ سارے ملک کے ہتھیار بند لڑکے چاند گنتی کے لوگوں پر عرصہٴ حیات تک کر کے جنگ کو ناگزیر کر دیا تھا اور مسلمانوں کے لئے خود حفاظتی کے لئے سوائے تلوار اٹھانے کے یا پھر موت کا استقبال کرنے کے کوئی چارہ کار نہ رہا تھا۔

اب ہم غزوہ بدر کا ایک واقعاتی جائزہ لیتے ہیں۔ کہ یہ جنگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو کس قدر اجاگر کرتی ہے اور اس میں جبر و تشدد کا کھانا تاکہ ہاتھ تھا۔

تاریخ | غزوہ بدر | رمضان ۱۱ھ کو بمطابق
۱۱ مارچ ۶۱۰ء بروز جمعہ وقوع پذیر ہوا

یہ کفر و اسلام کی پہلی باقاعدہ جنگ تھی جس کے نتائج ہر دو فریق کے لئے بہت گہرے اور دور رس ثابت ہوئے۔ اور قرآن کریم میں بھی اسے یوم الفرقان کے نام سے یعنی حق و باطل کے درمیان فیصلہ کے دن سے موسوم کیا گیا۔

مقام جہاں تک بدر کے مقام کا تعلق ہے بدر ایک رادی کا نام ہے جس میں چند چشے ہیں۔ اور مدینہ کے جنوب میں ۸۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ جو مکہ سے آٹھ نو یوم اور مدینہ سے چار پانچ یوم کی مسافت پر ہے یہ بیڑی شکل کا میدان ہے جو ساڑھے پانچ میل لمبا اور چار میل چوڑا ہے اس کے اطراف میں بلند پہاڑ ہیں۔ دور سے سفید ریت کے دو تودے نظر آتے ہیں جو دو پہاڑیاں ہیں جن میں سے ایک کا نام الحدوة الدنیا اور دوسری کا الحدوة القصری ہے۔ ان دونوں پہاڑیوں کے مابین بلند پہاڑ ہے جس کا نام جبل اٹل ہے اس پہاڑ کے پیچھے دس بارہ میل کے فاصلے پر سمندر ہے۔ مکہ اور مدینہ کے قریب ترین راستہ کا اتصال اسی مقام پر ہوتا ہے۔

پس منظر یعنی مویجات مستقل وجہ۔ کفار کی اسلام دشمنی۔ جب

ہم اسلامی تاریخ کے کئی دور پر غور کرتے ہیں تو یہ دور قریش مکہ کے مظالم اور جبر و تشدد کی داستان سے بھرا ہوا نظر آتا ہے۔ اور مسلمانوں کو جنگ پر مجبور کرنے کا کافی ثبوت ہے۔ کیونکہ دنیا کی کسی قوم سے اس قدر ظلم اور جبر کا ساک روا نہیں کھا گیا جیسا کہ ان معصوم اور بے گناہ مسلمانوں کے

ساتھ کیا گیا۔ یہ واقعات اتنے دردناک ہیں کہ ان کے ذکر سے زندگی گھڑے ہو جاتے ہیں اور دلوں پر لکپی طاری ہو جاتی ہے۔ انہیں خدا سے واحد کی پرستش سے روکا گیا۔ نہایت بے دردی سے مارا پیٹا گیا۔ اموال لوٹ لئے گئے۔ خورتوں کی حرمت کی گئی۔ ان کے ساتھ بائیکاٹ کیا گیا۔ اور انہیں ظالمانہ طور پر قتل کیا گیا۔ حتیٰ کہ زمین باوجود فراخی کے ان پر تنگ ہو گئی۔ اور وہ اپنے گھروں کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہنے پر مجبور ہو گئے۔ محض اس جرم کی پاداش میں کہ وہ خدا سے واحد کی پرستش کر رہے تھے اور خدا کے رسول پر ایمان لائے تھے۔ عیشہ کی سرزمین بھی ان کے لئے امن اور چین کی زندگی جیسا نہ کر سکی۔ اور ظلم کی انتہا یوں ہوئی کہ مکہ والوں نے مسلمانوں کے آقا کے قتل کا فیصلہ دے دیا۔ مدینہ کی طرف ہجرت کے بغیر کوئی چارہ نہ رہا۔ مدینہ میں مسلمانوں کو امن کا سانس لینا نصیب ہوا۔ اب کفار مکہ کی سرگرمیاں مدینہ تک بڑھنے لگیں۔ جب صبر و تحمل کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو دفاعی طور پر تلوار اٹھانے کی ان الفاظ میں اجازت ملی اور کفار کے خلاف اعلان جنگ کر دیا گیا۔

اُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ بِأَنَّهُمْ
ظَلَمُوا فَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ
لَقَدِيرٌ ۚ وَالَّذِينَ أَخْرَجُوا
مِّن دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا
أَن يَقُولُوا رَبَّنَا اللَّهُ وَلَوْ لَا
دَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْنَا لَكُنَّا مِنَ الْخَاسِرِينَ
لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ أَخْرَجَهُمْ
مِّنَ الْأَرْضِ الْمُكَذَّبَةِ بِفِتْنَةٍ وَخَوَّلَهُمْ
خَبْرَ الْيَمِينِ ۚ

صَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا
اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ
اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ
لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ

اجازت دی جاتی ہے لڑنے کی مسلمانوں کو
جن کے خلاف کفار نے تلوار اٹھائی ہے کیونکہ وہ مظلوم
ہیں۔ اور ضرور اللہ تعالیٰ ان کی نصرت پر قادر ہے
وہ ظلم کے ساتھ اپنے گھروں سے نکالے گئے، عرفاس
بناد پر کہ انہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ
تعالیٰ (دفاعی جنگ کی اجازت دے کہ) ایک قوم کو دوسری
قوم کے خلاف نہ روکے تو یقیناً راہبوں کے صومعے اور
عیسائیوں کے گرجے اور یہود کے معابد اور مسلمانوں کی
مسجدیں جن میں کثرت کے ساتھ خدا کا نام لیا جاتا ہے
ایک دوسرے کے ہاتھ سے تباہ و برباد کر دی جائیں۔
اور اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد کرے گا۔ جو اس کی مدد کرتا
ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ قوی اور غالب ہے۔
مورخین کے نزدیک یہ حکم ۱۲ صفر ۳۷۲ھ مطابق
۵ اگست ۹۸۳ء کا ہے جو ہجرت کے تقریباً ایک سال
بعد نازل ہوا۔ اور جہاد بالسیف کی اجازت کے متعلق
رب سے پہلی آیت ہے۔

فوری و تہمیداً
آتشور سے اللہ علیہ وسلم نے جب
دیکھا کہ کفار اب مدینہ میں بھی مسلمانوں
کو امن سے بیچنے نہ دیں گے تو آپ نے لیاقت دشمنی کا
اور فرارت سے حفاظتی تدابیر اختیار فرمائیں۔ کیونکہ
کفار اب سارے عرب کو مسلمانوں کے خلاف اکسار
تھے اور مسلمانوں کے لئے شدید خطرہ پیدا ہو چکا تھا
ان حالات میں آپ نے ارد گرد کے حالات کا جائزہ لینے

کے لئے چھوٹے چھوٹے دستے روانہ فرما دیے ایک تو دشمن
کے منصوبوں اور ان کی نقل و حمل کا علم ہوتا اور دوسرے
قبائل سے معاہدات کر کے انہیں غیر جانبدار رکھنے کی
بھی کوشش کی جاتی تھی۔ اس طرح ایک حد تک
مدینہ کی اطراف میں مسلمانوں کا رسوخ قائم ہو گیا اور
دشمن کو بھی مسلمانوں کے چوکس رہنے کا علم ہونے لگا۔
اسی اثناء میں مکہ کے ایک رئیس کوز بن جابر نے قریش
کے ایک دستہ کو ساتھ لے کر مسلمانوں کی چراگاہ پر
حملہ کیا اور کچھ اونٹ ہانک کر لے گیا۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے دو ترک تواقب کیا لیکن وہ بھاگ کر
نکل گیا۔

جب قریش اس دیدہ دلیری پر اتر آئے۔ تو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں
ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کے خلاف کوئی لشکر تیار کیا جاتا
ہو۔ اس لئے حالات کا جائزہ لینے کی غرض سے آپ
نے آٹھ آدمیوں کا ایک دستہ عبداللہ بن جحش کی سرکردگی
میں روانہ فرمایا۔ اور امیر قافلہ کو ایک بندہ لٹافہ دیا اور
فرمایا کہ دو دن بعد اسے کھولا جائے۔ جب انہوں نے
خط کھولا۔ تو لکھا تھا کہ مکہ اور طائف کے درمیان
وادی نخل میں قیام کرو۔ اور قریش کے حالات سے
آگاہی حاصل کر کے اطلاع دو۔ انہیں وہاں پہنچے
ابھی تھوڑی سی دیر ہوئی تھی کہ اچانک قریش کا ایک
قافلہ وہاں آں پہنچا جو طائف سے مکہ جارا تھا۔ مسلمانوں
نے حمان کیا کہ قریش کے اس لشکر پر ان کا راز افشا
ہو چکا ہے۔ اس لئے اس کا بچ کر جانا خطرہ۔ سے خالی
نہیں۔ اس خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے اس پر حملہ کر دیا
قریش کا ایک آدمی عمرو بن ابی سفیر مارا گیا و قید ہو گئے

اور چوتھا بھاگ نکلا۔ تجویز کامیاب نہ ہو سکی۔ تو عبداللہ اور اس کے ساتھی سامان غنیمت کے ساتھ جلد مدینہ واپس لوٹ آئے۔ جب اس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا۔ تو آپ سخت ناراض ہوئے۔ اور فرمایا میں نے تمہیں اشتر حرام میں لانے کی اجازت نہیں دی تھی اور مال غنیمت لینے سے انکار کر دیا۔ دوسری طرف قریش میں عمرو بن الحضری کے قتل سے غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ کیونکہ وہ قریش مکہ کا ایک رئیس تھا۔ اور غنیم بن ربیعہ رئیس مکہ کا حلیف تھا۔ کفار مکہ کو اس طرح آتش غضب بھڑکانے کا نادر موقع مل گیا۔ اور انہوں نے پہلے سے زیادہ جوش و خروش سے مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں اس واقعہ کو غزوہ بدر کی فوری وجہ کہا جاسکتا ہے۔

ابوسفیان کا قافلہ قریش کی تجارت کا زیادہ تر انحصار شام کی تجارت پر تھا۔ اور مکہ سے شام جاتے ہوئے مدینہ راہ میں پڑتا تھا۔ اور یہ تجارتی شاہراہ مدینہ کے قریب سے گزرتی تھی۔ چنانچہ دفائی نقطہ نظر سے قریش کے ان قافلوں کی نگرانی بڑی ضروری تھی۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معلوم ہوا۔ کہ ابوسفیان کی سرکردگی میں ایک تجارتی قافلہ شام سے واپس آ رہا ہے تو آپ نے اس قافلہ کی نگرانی بڑی ضروری سمجھی۔ کیونکہ اس قافلہ کا مدینہ سے اس قدر قریب ہو کہ گزرنا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ دوسرے قافلہ کی روک تھام قریش کی خطرناک روایتوں سے روکنے کا ایک بہترین ذریعہ تھی۔ کیونکہ ان تجارتی قافلوں پر ان کی معاشی زندگی کا دارومدار تھا۔ یہ بات بھی یاد

رکھنے کے قابل ہے کہ اس زمانہ میں قافلہ اگرچہ پاس ساتھ آدمیوں پر مشتمل ہوتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ دو تین سو سپاہیوں کا ایک حفاظتی دستہ بھی ہوتا تھا۔ چنانچہ اس قافلہ کی تعداد بھی کوئی تین سو تین سو کے لگ بھگ ہوگی۔ اور مورخین مغرب کا یہ الزام کہ مسلمان قافلے کو لوٹنے کی غرض سے نکلے تھے اس لحاظ سے بھی باطل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اتنے عورت آدمی اور پھر بالکل بے سرد سامان اتنے بڑے مسلح قافلے کو کس طرح لوٹ سکتے تھے۔ دوسرے یہ بات بھی ان کے الزام کو رد کر دیتی ہے کہ مسلمان صرف قافلہ کی روک تھام کے لئے ہی نہیں بلکہ کفار کے لشکر جبار کا مقابلہ کرنے کے لئے بھی نکلے تھے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مہاجر صحابہ طلحہ بن عبید اللہ اور سعید بن زید کو نبرسانی کے لئے روانہ فرمایا۔ اور دوسرے صحابہ کو بھی اطلاع دے دی۔

ابوسفیان کو جب آپ کے ارادے کا علم ہوا تو اس نے ضمضم نامی ایک قاصد مکہ بھجوا دیا۔ جس نے وہاں جا کر خوب شور مچایا۔ ایک لشکر جبار مسلمانوں کو مرحوب اور قافلہ کی حفاظت کے بہانے مکہ سے نکل کھڑا ہوا۔ ابوسفیان تو راستہ بدل کر نکل گیا لیکن کفار کا یہ لشکر مکہ سے بڑے جاہ و شہم کے ساتھ روانہ ہوا۔ اور روانگی سے قبل کعبہ جا کر دعا کی: اے خدا! ہم دونوں فریقوں میں سے جو فریق حق پر قائم ہے اور تیری نظروں میں زیادہ شریف ہے اور زیادہ افضل ہے تو اس کی نصرت فرما اور دوسرے کو ذلیل و رسوا کر۔ جب یہ لشکر حنفہ کے مقام پر پہنچا جو مکہ اور بدر کے درمیان ہے تو انہیں ابوسفیان نے قاصد نے یہ خبر دیا

قبیلہ خزرج کے رئیس اعظم سعد بن عبادہ بیماری کی وجہ سے اور قبیلہ اوس کے رئیس اسیر بن الحضر کسی مجبوری کی وجہ سے شامل نہ ہو سکے۔ اسی طرح طلحہ بن عبید اللہ اور سعید بن زید چونکہ قافلہ کی خبر سانی سے واپس نہ لوٹے تھے اس لئے عملی طور پر اس غزوہ میں شریک نہ ہو سکے۔

ترتیب واقعات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صحابہ ابوسفیان کے قافلہ

کی دیکھ بھال کے لئے مقرر فرمائے تھے۔ وہ ابھی واپس نہیں ہوئے تھے۔ کہ کسی مخفی ذریعہ سے آپ کو اطلاع ملی کہ قریش کا ایک جوار لشکر مدینہ کی طرف آ رہا ہے۔ چنانچہ اس وقت مسلمانوں کی کمزوری کے پیش نظر اور حبشلی تہرا بیر۔ کہ عام اصول کے مطابق یہ خبر مخفی رکھی گئی چند ایک صحابہ کے علاوہ کسی کو اس کا علم نہ تھا۔ آپ نے ایک ہوشیار اور بیدار مغز جرنیل کی طرح ایسے رنگ میں تحریک فرمائی کہ بہت سے صحابہ باوجود یہ خیال کرنے کے کہ یہ ہم صرف قافلہ کے لئے ہے جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ حتیٰ کہ انصار جو کہ حرب معاہدہ عقبہ ثانیہ اس بات کے پابند نہ تھے۔ کہ آپ کے ساتھ چلتے وہ بھی آپ کے ہمراہ جانے کو تیار ہو گئے حالانکہ وہ صرف مدینہ پر حملہ کی صورت میں آپ کی حفاظت کے ذمہ دار سمجھے جاتے تھے۔

روانگی سے قبل آپ نے ایک مجلس قائم فرمائی۔ اور صحابہ سے مشورہ دریافت فرمایا۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے جان نثارانہ تقریریں کیں۔ سعد بن عبادہ رئیس خزرج نے بھی تقریر کی۔ اور عرض کیا کہ انصار خدمت کے لئے حاضر ہیں۔ آپ صحابہ میں عام تحریک فرمائی۔

کہ قافلہ صحیح سلامت واپس آ گیا ہے۔ اب آگے جانے کی ضرورت نہیں۔ لیکن ابو جہل اور اس کی پارٹی مصری اور کھانڈ خدا کی قسم ہم بدر تک ضرور جائیں گے۔ اور وہاں جا کر تین دن تک جشن منائیں گے تاکہ ہمیشہ کے لئے ملک میں ہمارا غلبہ بیٹھ جائے۔ اور لوگ ہم سے ڈرنے لگے۔ ہائیں۔

فریقین ۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۲۔ ابو جہل۔

تعداد۔ کفار۔ ایک ہزار نفوس۔ اونٹ سات گھوڑے ایک سو۔ اور فوج کے سپاہیوں کا اکثریت زرہ پوش تھی۔

مسلمان :- ۳۱۳ نفوس جن میں ۸۶ ہاجر اور باقی انصاری اونٹ صرف ۷۰۔ گھوڑے دو عدد اور ساری فوج میں صرف ۶ زرہ پوش تھے۔

شخصیات۔ مسلمان۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت ابو بکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ۔ سعد بن معاذ رئیس اوس۔ زبیر بن العوام۔ سعد بن ابی وقاص اور حضرت حمزہ۔ کفار۔ ابو جہل۔ عتبہ بن شیبہ۔ ابو الجحری۔ عتبہ بن ابی معیط۔ حکیم بن حزام۔ نظربن حارث۔ ایہ بن خلف۔ سہیل بن عمرو۔ نوفل بن خویلد۔ عباس بن عبد المطلب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔

اکابر صحابہ میں سے حضرت عثمان بن عفان اس غزوہ میں شامل نہیں ہو سکے کیونکہ ان ایام میں ان کی زوجہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت بیمار تھیں اس لئے ان کی تیاری داری کا آپ نے انہیں خود حکم دیا تھا

فتح ۱۳۲۷
ص ۱۳۲۸

تو انصار و مہاجرین کی ایک جمعیت آپ کے ساتھ نکلنے کو تیار ہو گئی۔ بعض خاص صحابہ جن کو قریش کے لشکر کا علم ہو چکا تھا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی اہم ذمہ داری کے احساس سے متفکر تھے چنانچہ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے سورہ انفال میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ ذِيْقًا مِّنَ الْمَوْءِمِنِينَ
لَكِنَّ إِرْهَاقًا

یعنی مدینہ سے آنحضرت صلی اللہ وسلم کے نکلنے کو مومنوں کا ایک فریق اپنی ظاہری طاقت کا خیال کرتے ہوئے پسند نہیں کرتا تھا۔

مدینہ سے تھوڑی دور نکل کر آپ نے صحابہ کو ڈیرے ڈالنے کا حکم فرمایا اور حسب دستور فوج کا جائزہ لیا۔ اور کم عمر بچوں کی داپسی کا حکم دیا۔ تیسرا بن ابی دھان کے چھوٹے بھائی عمیر جو کم سن تھے۔ انہوں نے جب حکم سنا تو رونے لگ گئے۔ اس پر آپ نے ان کے اس غیر معمولی شوق کو دیکھ کر اجازت دے دی۔ مدینہ سے نکل کر آپ نے حسب عادت عبداللہ ابن ام مکتوم کو امیر مقرر فرمایا۔ مگر چونکہ وہ آنکھوں سے معذور تھے۔ اور مدینہ پر حملہ کا خطرہ تھا اس لئے ۶ میل کے فاصلہ پر روٹھا کے مقام پر آپ نے ابو جہامہ بن منذر کو امیر مقرر فرما کر واپس بھیج دیا۔ اور امام الصلوٰۃ عبداللہ بن ام مکتوم کو ہی رہنے دیا۔

اسی مقام سے آپ نے دو صحابیوں کو دشمن کی نقل و حرکت کا پتہ لگانے کے لئے دوڑایا۔ اور ابھی بدر کی دلدلی ایک منزل کے فاصلہ پر تھی کہ لشکر کے

قریب آ جانے کی اطلاع ملی۔ اب چونکہ اخفا کا وقت گزر تھا۔ آپ نے تمام صحابہ کو جمع کیا۔ اور لشکر کی اطلاع دیتے ہوئے مشورہ طلب فرمایا۔ بعض صحابہ نے کمزوری کا خیال کرتے ہوئے عرض کیا۔ کہ بہتر تھا کہ مقابلہ قافلہ سے ہی ہوتا۔ لیکن آپ نے اس رائے کو پسند نہ فرمایا دوسری طرف اکابر صحابہ نے یہ مشورہ سنتے ہی تقریریں شروع کر دیں۔ چنانچہ مقداد بن اسود نے کہا یا رسول اللہ ہم اصحاب موسیٰ کی طرح یہ نہیں کہتے کہ اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هُنَا قَاعِدُونَ کہ جاتو اور تیرا رب جا کر لڑو۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ بلکہ ہم تو آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے۔ آگے بھی لڑیں گے پیچھے بھی لڑیں گے۔ اور یا رسول اللہ آپ تک کوئی نہیں پہنچ سکیگا۔ جب تک ہمارے لاشوں کو روندنا ہوا نہ گزرے۔ آپ کو اس تقریر سے بے حد خوشی ہوئی۔ لیکن آپ انصار کا ارادہ حلوم کرنا چاہتے تھے کیونکہ آپ کو یہ خیال تھا کہ شاید انصار یہ سمجھتے ہوں کہ بعت عقبہ کے ماتحت ان کا فرض صرف اس قدر ہے کہ مدینہ کے اندر اگر کوئی حملہ کرے تو وہ اس کا دفاع کریں گے۔ اسی لئے حضور بار بار فرماتے تھے۔ مجھے مشورہ دو کہ کیا کیا جائے۔ آخر سعد بن معاذ اُٹھیں اور آپ کا مطلب سمجھ گیا۔ اور کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! شاید آپ ہمارے رائے پر چھتے ہیں۔ خدا کی قسم ہم آپ کو سچا سمجھ کر آپ پر ایمان لائے ہیں۔ اور ہم نے اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دیا ہے۔ اب آپ جہاں جائیں ہم آپ کے ساتھ ہیں اور قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے

ساتھ مبعوث کیا ہے کہ اگر سامنے سمندر ہو اور آپ
ہمیں حکم دیں کہ اس میں کود جاؤ۔ تو ہم میں سے ایک فرد
بھی پیچھے نہیں ہٹے گا۔ اور آپ انشاء اللہ ہمیں
لڑائی میں صابرو پائیں گے۔ اور ہم سے وہ بات دیکھیں گے
جو آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرے گی۔

آپ نے یہ تقریر سنی تو بہت خوش ہوئے
اور فرمایا۔ پھر اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو۔ اور
خوش ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا،
کہ کفار کے ان دو گروہوں میں سے کسی ایک گروہ پر
وہ ہمیں ضرور غلبہ دے گا۔ اور خدا کی قسم گویا میں
وہ جگہیں دیکھ رہا ہوں جہاں دشمن کے آدمی قتل ہو چکے
ہوں گے۔ اس کے بعد آپ نے بدر کی طرف بڑھنا
م شروع کیا۔ جب قریب پہنچے تو حضرت علی اور حضرت
زبیر بن العوام کو حالات معلوم کرنے کے لئے آگے
روانہ فرمایا۔ جب یہ وادی بدر میں پہنچے۔ تو کیا دیکھتے
دیکھتے ہیں کہ مکہ کے کچھ لوگ ایک چشمہ سے پانی بھر رہے
ہیں۔ انہوں نے ان پر حملہ کیا۔ اور ایک حبشی غلام کو
پکڑ لیا۔ اور اُسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں پیش کیا۔ جس سے آپ نے لشکر کی تفصیل
دریافت فرمائی۔ آپ نے اس سے نرمی سے پوچھا
کہ لشکر کہاں ہے اس نے کہا سامنے والے ٹیلے کے
پیچھے ہے پھر اس سے لشکر کی تعداد پوچھی۔ تو اس
نے کہا کہ پوری تعداد کا مجھے علم نہیں۔ پھر آپ
نے فرمایا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ لشکر کے لئے روزانہ کتنے
اونٹ ذبح کئے جاتے ہیں۔ اس نے کہا دس اونٹ
ذبح کئے جاتے ہیں۔ تو آپ نے صحابہ کی طرف توجہ
ہو کر فرمایا ایک ہزار آدمی محلوں ہوتے ہیں اور حقیقتاً

وہ ایک ہزار ہی تھے۔ پھر آپ نے غلام سے فرمایا۔
ہذا مکۃ قد اقلت الیکم افلا ذکبہا
یعنی مکہ نے تمہارے سامنے اپنے جگر گوشے نکال کر
ڈال دیئے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے خیاب بن منذر کے مشورہ
سے قریب ترین چشمہ پر قبضہ کر کے لشکر اتار دیا۔
کفار پہلے سے ہی اہم مقامات پر قابض ہو چکے تھے۔
یہ میدان جس میں مسلمان اترے تھے ریتلا تھا اور
فوج کے پاؤں ریت میں دھنس دھنس جاتے تھے
اور پانی کی بھی قلت تھی۔ جنگ کے انتخاب کے بعد
سعد بن معاذ کی تجویز پر ایک سائبان (العریش)
تیار کر دیا گیا۔ سعد نے اپنی سواری پاس باندھ دی
اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ سائبان میں تشریف
رکھیں۔ ہم اللہ کا نام لے کر دشمن سے مقابلہ کرتے
ہیں۔ سعد کا خیال تھا کہ خطرہ کے وقت وہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو سوار کر کے مدینہ پہنچا دیں گے
لیکن یہ تو سعد کا اپنا اخلاص تھا۔ ورنہ خدا کا نبی
میدان جنگ سے کبھی بھاگ نہیں سکتا۔ جیسا کہ
غزوہ حنین میں ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سائبان میں
تشریف فرما ہوئے۔ اور سعد اور دوسرے صحابہ
ارد گرد پہرہ دینے لگے۔ آپ کے ساتھ ابو بکرؓ بھی
تھے۔ رات بہت دیر فرمائی۔ آپ رات بھر جاتے
رہے۔ لیکن باقی صحابہ اطمینان سے سوئے رہے
خدا کے فضل سے رات بارش ہو گئی۔ اور مسلمانوں
کے لئے ریت بیٹھنے کی وجہ سے آسانی پیدا ہو گئی۔
اور دشمن کے لئے میدان میں گھیر ہو گیا۔ جس کی وجہ

فتح ۱۳۴۸
ص ۱۳۴۸

مسلمانوں کو اپنی اصل تعداد سے کم نظر آتا تھا۔ جیسا کہ سورۃ آل عمران میں مذکور ہے۔ قریش نے عمرو بن وہب کو اسلامی لشکر کی تعداد اور کسی محفی لکاک کے بارے میں معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ اس نے گھوڑا دوڑا کر اسلامی لشکر کا جائزہ لیا۔ تو سخت مرعوب ہو کر قریش سے کہنے لگا۔ مادائت شیئاً لکفی قدرائت یا معشر قریش الولا یا تحمل المنا یا تواضع یثرب تحمل الموت الناقص۔ مجھے کوئی محفی لکاک وغیرہ تو نظر نہیں آئی۔ لیکن اے معشر قریش میں نے دیکھا ہے کہ مسلمانوں کے لشکر میں گویا اونٹوں کے کجاووں نے اپنے اوپر آدمیوں کو نہیں بلکہ موتوں کو اٹھایا ہوا ہے اور یثرب کی سانڈنیوں پر گویا ہاکتیں سوار ہیں۔ عمرو کے یہ الفاظ سن کر قریش کچھ گھبرائے اور متذنب نظر آنے لگے۔ اس پر ابو جہل نے موقع سے فائدہ اٹھایا۔ اور عمرو بن العاصی کے بھائی عامر کو بلا کر کہا کہ تریش کے ارادوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے بھائی کا بدلہ ہاتھ سے نکلا جاتا ہے۔ یہ سن کر عامر کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ اور اس نے عرب کے دستور کے مطابق کپڑے پھاڑ دیئے۔ اور زور زور سے دغا دیا۔ اے عمرہ! اے افرس! اے افسوس! میرا بھائی بنیر انتقام کے جا رہا ہے۔ کہہ کر چلنا شروع کیا۔ اس درد انگیز دادیلا سے قریش کے سینوں میں عداوت و انتقام کے شعلے بھڑک اُٹھے اور وہ فوراً لڑائی کے لئے آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ دستور کے مطابق ننبہ شیبہ اور ولید نے آگے بڑھ کر انفرادی مقابلہ کی دعوت دی۔ انصار کے چند نوجوان مقابلہ کے لئے بڑھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روک دیا۔

ان کی نقل و حرکت میں دشواری پیدا ہو گئی۔
رمضان المبارک کی سترہ تاریخ اور جمعہ کا دن تھا کہ صبح کی نماز کے بعد آپ نے جہاد پر ایک خطبہ دیا۔ اس کے بعد تیر کے اشارے سے صفوں کو درست کرنا شروع فرمایا۔ اتفاق سے تیر کی سکڑی سوا دنامی ایک صحابی کے سینے پر جا لگی۔ تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو خدا نے حق و حکمت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ واللہ میں تو اس کا بدلہ لوں گا۔ صحابہ حیران تھے۔ کہ سوا د کو کیا ہو گیا ہے۔ آپ نے نہایت شفقت سے فرمایا۔ اچھا سوا د تم بھی مجھے تیر مار لو آپ نے اپنے سینہ سے کپڑا اٹھا دیا۔ سوا د نے فرطِ محبت میں آگے بڑھ کر آپ کا سینہ چوم لیا۔ آپ نے مسکرا کر پوچھا سوا د یہ تمہیں کیا سوجھی تو سوا د نے رقت بھری آواز میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ دشمن سامنے ہے مجھے خبر نہیں کہ یہاں سے بچ کر جانا نصیب ہے یا نہیں اس لئے میں نے چال۔ کہ شہادت سے پہلے آپ کے جسم سے اپنا جسم چھو جاؤں۔

اسی اثنا میں در صحابی حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ ہم ننگ سے آرہے ہیں۔ قریش ہمیں آنے نہیں دیتے تھے۔ لیکن انہوں نے زبردستی یہ عہد لیکر چھوڑا ہے۔ کہ ہم آپ کے ساتھ ہو کر ان سے جنگ نہیں کریں گے۔ آپ نے فرمایا۔ پھر جاؤ اور اپنے ٹہنڈ کو پورا کرو۔ ہم اللہ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور اس کی نصرت پر بھروسہ ہے۔

اب فوجیں ایک دوسرے کے سامنے تھیں۔ ترتیب ایسی تھی۔ کہ اسلامی لشکر قریش کو اپنی اصلی تعداد سے زیادہ بلکہ دگنا نظر آتا تھا اور قریش کا لشکر

اور فرمایا۔ علی تم اٹھو۔ حمزہ تم اٹھو۔ عبیدہ تم اٹھو۔ پہلے ان کی آپس میں روشناسی ہوئی۔ پھر مقابلہ شروع ہوا۔ عبیدہ بن عبدالمطلب ولید کے مقابلہ پر اور حمزہ عقبہ کے اور علی شیبہ کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے۔ حمزہ اور علی نے اپنے مد مقابل کو مار گرایا لیکن عبیدہ اور ولید دونوں ایک دوسرے کی ضربوں سے زخمی ہو کر گرے تو حمزہ اور علی نے فوراً آگے بڑھ کر ولید کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن عبیدہ جان بڑھاتا ہوئے۔

اس انفرادی مقابلہ کے بعد آپ نے مسلمانوں کو کچھ نصائح فرمائیں اور خود سائبان میں تشریف لے گئے۔ مثنوی دیر بعد لشکر کفار نے غام دھاوا بول دیا۔ آپ نے اٹھ اٹھا کر دنیا فرمائی۔

اللہم ائنی انشد ربی بھدک
وعدک اللہم ان تھلاک
هذه العصاة من اهل الاسلام
لا تبذل فی الارض

”اے میرے خدا اپنے وعدوں کو پورا فرما۔ اے میرے مالک اگر مسلمانوں کی یہ جماعت آج اس میدان میں ہلاک ہو گئی تو دنیا میں تجھے پوجنے والا کوئی نہیں رہے گا۔ اس موقع پر ابوہریرہ نے بھی دعا کی کہ اے ہمارے رب اگر محمد کا لایا ہوا دین سچا ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا یا کسی اور دردناک عذاب سے ہمیں تباہ و برباد کر دے۔“

لڑائی ہوئی اور خوب ہوئی۔ ہاجرین نے باوجود کم تعداد اور کم اسباب کے کفار مکہ کی صفیں کاٹ کر رکھیں اور انصار کے جوش کا یہ عالم تھا کہ حضرت عبید الرحمن بن عوف بیان کرتے ہیں کہ میں گھمسان کے

دن میں جب میں نے اپنے دائیں بائیں نگاہ ڈالی۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے پہلو بہ پہلو انصار کے دونوں جوان نوجوان کھڑے ہیں انہیں دیکھ کر میرا دل سینہ میں بیٹھ گیا۔ کیونکہ ایسے معرکوں میں اس پاس کے ساتھیوں پر لڑائی کا بہت انحصار ہوتا ہے۔ مگر یہ دیکھ کر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ ایک نوجوان نے آہستہ سے مجھے کہنی مار کر کہا۔ چچا وہ ابوہریرہ کہاں؟ جو مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ دیا کرتا تھا۔ میں نے خدا سے قسم کیا ہوا ہے کہ یا تو اسے قتل کر دوں گا۔ یا اسی کوشش میں مارا جاؤں گا۔ کہتے ہیں ابھی میں جواب نہ دینے پایا تھا۔ کہ دوسرے نے بھی میرے پہلو میں کہنی ماری اور یہی سوال کیا۔ ان کی اس دلیری پر میں حیران رہ گیا۔ کہتے ہیں میں نے ان کے اس سوال پر انگلی اٹھائی اور کہا وہ شخص جو سرے پیر تک مسلح ہے۔ اور دشمن کی صفوں کے پیچھے کھڑا ہے اور آپس کے آگے دو تجربہ کار جرنیل تنگی تلواریں لئے کھڑے ہیں۔ وہ ابوہریرہ ہے۔ وہ کہتے ہیں میرا انگلی ابھی نیچے نہیں گری تھی کہ دونوں لڑکے جس طرح عقاب چڑیا پر حملہ کرتا ہے اس طرح چبھتے ہوئے کفار کی صفوں میں گھس گئے۔ اس کے پہرہ داروں نے ان پر دار کئے لیکن کچھ پردانہ کی اور ابوہریرہ پر اس زور سے حملہ کیا کہ وہ زمین پر گر پڑا۔

چنانچہ ہاجرین اور انصار بڑے جوش و خروش سے مقابلہ کر رہے تھے لیکن دشمن کی کثرت کے آگے کچھ پیش نہ جاتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم براہِ دنیا میں مصروف تھے۔ آپ کا اضطراب بڑھ رہا تھا۔ آخر آپ اٹھے اور پہلے سے نازل شدہ خدائی

بشارت فرمائی۔ سَيِّئُ مَزْمُومٍ الْبَتِّعِ وَيُؤَلِّقُونَ
الْبُيُوتَ (انفال) کہ کفار کی فوج کو شکست ہوگی
اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ آپ سائبان
سے باہر تشریف لائے پہلے ادھر ادھر نظر دوڑائی
اور بڑے جوش سے فرمایا: شَهِتِ الْوُجُوہُ۔
یعنی دشمن کے منہ بگڑ گئے۔ ساتھ ہی زور سے مسلمانوں
کو فرمایا۔ حملہ کر دو۔ مسلمانوں نے نعرۂ تجبیر بلند کرتے
کرتے ہوئے آپ کی اس آواز پر ہلہ بول دیا۔ دوسری
طرف جب آپ نے معشی بھر کر ریت پھینکی تو آنحضرت
کا ایک ایسا جھوٹکا آیا۔ کہ کفار کی آنکھیں ناک اور
منہ کفر اور ریت سے بھر گئے۔ آپ نے فرمایا یہ خدائی
فرشتوں کی فوج ہے جو ہماری نصرت کو آئی ہے۔
قریش کے پاؤں اکھڑ چکے تھے۔ لشکر میں بھاگ پڑ گئی
اور آن واحد میں میدان جنگ صاف ہو گیا۔

نتائج ۱۔ کفار کو شکست فاش ہوئی۔ اور
باوجود محفوضی تعداد کے مسلمان
غالب آئے اور قریش مکہ کے بڑے بڑے سردار
اس لڑائی میں کام آئے اور یقطع دابر الکافریں
کی ہمدیت ناک تفسیر سامنے آئی۔ مسلمان صرف چودہ
شہید ہوئے۔ چھ ہاجرین ہیں اور باقی انصار میں سے
تھے۔ انہی شہداء میں وہ بچہ عمیر بھی تھا جس نے
رو کر ساتھ پیچنے کی اجازت طلب کی تھی۔

۲۔ خدائی بشارات پوری ہوئیں اور اسلام کی
مداقت ظاہر ہوئی۔ مسلمانوں کا رعب طاری ہو گیا
اور ان کی ہمتیں بلند ہوئیں۔ اور ان کے اندر خود اعتمادی
پیدا ہو گئی۔

۳۔ قیدیوں کے ساتھ نیک سلوک کی مثالیں

قائم ہوئیں۔ قیدیوں کو جن کی تعداد ستر تھی۔ مسلمانوں
میں بانٹ دیا گیا۔ آپ نے تاکید فرمائی کہ قیدیوں کے
ساتھ نرمی اور شفقت کا سلوک کیا جائے۔ صحابہ نے
اس حکم پر اس خوبی سے عمل کیا کہ دنیا میں اس کی
مثال تلاش کرنا بے سود ہے۔ چنانچہ ایک قیدی ابو عزیہ
بن غمیر نے بیان کیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے حکم کی وجہ سے انصار مجھے پکی ہوئی روٹی دیتے
تھے لیکن خود کھجور وغیرہ کھا کر گزارہ کرتے تھے۔
اور کئی دفعہ ایسا ہوتا کہ ان کے پاس روٹی کا چھوٹا
ٹکڑا بھی ہوتا۔ تو مجھے دے دیتے۔ اور خود نہیں
کھاتے تھے۔ اور اگر میں کبھی شرم کی وجہ سے واپس
کر دیتا تھا۔ تو وہ اصرار کے ساتھ پھر مجھ کو دے
دیتے تھے۔

فدیہ لے کر قیدی رہا کر دیئے گئے ہر شخص
کے مناسب حال ایک ہزار سے چار ہزار تک فدیہ
مقرر کیا گیا۔ غریب قیدی بطور احسان رہا کر دیئے
گئے۔ اور جو کھنا پڑھنا جانتے تھے۔ انہیں دس دس
آدمیوں کو کھنا پڑھنا سکھانے کی شرط پر رہا کر دیا
گیا۔ قیدیوں کے ساتھ یکساں سلوک کیا گیا۔ چنانچہ
روایت آتی ہے کہ حضرت عباس قیدیوں کے ساتھ مسجد
نبوی میں ایک ستون سے بندھے ہوئے تھے تو ان کے
کراہنے کی آواز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
نیند نہیں آتی تھی۔ انصار کو معلوم ہوا تو انہوں نے
ان کے بندھن ڈھیلے کر دیئے۔ آپ کو معلوم ہوا تو
آپ نے فرمایا کہ اگر ڈھیلے کرنے میں تو سب کے
بندھن ڈھیلے کرو۔ چنانچہ تمام قیدیوں کے بندھن
ڈھیلے کر دیئے گئے۔

نے اس عظیم فتح کی خبر دی تھی۔ اور یہ سورۃ اسلامی روایات کے مطابق ہجرت سے قبل مکہ میں نازل ہوئی تھی چنانچہ یورپین مورخین نولڈ کے اور یورنڈ ویری نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔

وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذْرَةُ
كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا فَأَخَذْنَاهُمْ
أَخْذًا عَزِيزًا مُّقْتَدِرًا ۖ أَكْفَارُكُمْ
خَيْرٌ مِّنْ أَوْلَئِكَ أَمْ لَكُمْ
بِرَأْسَاءِ فِي الزُّبُرِ أَمْ يَقُولُونَ
نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرُونَ سَيُهْزَمُ
الْجَمْعُ وَيُولَوْنَ الذُّبُرَ بَلِ
السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ
وَأَذَىٰ دَاهِيٍّ وَأَمْرُهُ إِنَّا الْمَجْرِمِينَ
فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ يَوْمَ يُسْحَبُونَ
فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ هَذَرًا
مِّنْ سَقَرٍ ۖ

یعنی اے مکہ والو! فرعون کی طرف بھی انذار کی باتیں آئی تھیں۔ لیکن انہوں نے ہماری تمام آیتوں کا انکار کیا۔ پس ہم نے ان کو اس طرح پکڑ لیا جیسے ایک طاقتور غالب ہستی پکڑا کرتی ہے۔ اے مکہ والو! بتاؤ کیا تمہارے کفار ان (کفار) سے اچھے ہیں۔ یا تمہارے لئے پہلی کتابوں میں حفاظت کا کوئی وعدہ اچھا ہے۔ وہ کہتے ہیں ہم تو ایک بڑی طاقت ہیں دشمنوں سے اڑتی نہیں بلکہ دشمنوں سے بے لیا کرتی ہے۔ (وہ یہ باتیں کرتے ہیں) ان کے جتنے شریب اکٹھے ہونگے اور پھر انہیں شکست ملے گی اور وہ پیٹھے پھیر کر بھاگ جائیں گے بلکہ انکی

۴۔ بدوی صحابہ اسلامی سوسائٹی کے اعلیٰ رکن بن گئے۔

۵۔ کفار کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی اور وہ پھر مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ اور ان کی یہ مخالفت پہلے سے زیادہ خطرناک صورت اختیار کر گئی۔

۶۔ جنگ میں پہلی مرتبہ صلح و جنگ کے متعلق قوانین مرتب کرنے کی صورت پیش آئی۔ اس طرح اسلام میں پہلی مرتبہ بین الاقوامی قوانین کی بنیاد پڑی۔ بدر کے نتائج پر بحث کرتے ہوئے سرلیم میو دشمن اسلام لکھتا ہے:-

”بدر کے حالات میں ایسی باتوں کا بہت کچھ غفلت نظر آتا ہے۔ جس کی وجہ سے محمد صاحب اس فتح کو جائز طور پر خدائی تقدیر کا اثر شمار کر سکتے تھے۔ نہ صرف یہ کہ یہ فتح بہت نمایاں اور فیصلہ کن تھی۔ بلکہ اس جنگ میں غیر معمولی طور پر محمد مسلم کے اکثر بااثر دشمن شاک میں مل گئے تھے۔ ان رؤساء مکہ کے نثار جو جنگ میں قتل کئے گئے یا قید کر لئے گئے تھے ابولہب جو جنگ میں شامل نہیں ہوا تھا وہ بھی قریش کی بھگوری فوج کے مگڑھ پہنچنے کے چند دن بعد ہی مکہ میں مر گیا گویا کہ وہ خدائی حکم جس کی مار رؤساء مکہ پر پڑی ایک اٹل تقدیر تھی۔“

دبیر خاتم النبیین صلد دوم ۱۵۱ مؤلفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب
الہی نوشتوں میں خمر | ہجرت سے قبل سورہ قمر کی ان آیات میں خداتعالیٰ

تباہی کی گھڑی کا خدا تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے
اور یہ تباہی کی گھڑی ہلاکت والی اور بڑی کڑی
ہوگی اس دن مجرم پریشان اور عذاب میں مبتلا ہونگے
اور اپنے مومنوں کے بل گھسیٹ کر ان کو آگ کے
گڑھوں میں ڈال دیا جائے گا۔ اور کہا جائے گا اب
پڑے عذاب چکھو۔

(ردیباچہ تفسیر القرآن ص ۱۹۲)

چنانچہ یسعیاہ نبی کی کتاب میں بگ بدر کے
بارے میں ان الفاظ میں پیش گوئی پائی جاتی ہے۔
"عرب کے صحرا میں تم بات کا لگے اے
دوانیوں کے قافلوا! پانی لے کر پیاسے
کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین
کے باشندو! روٹی لے کر بھاگنے والے
کے ملنے کو نکلو کیونکہ وہ تلواروں کے سانے
سے ننگی تلوار سے اور کھچی ہوئی کمان
اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں کیونکہ
خداوند نے مجھ سے یوں فرمایا۔ ہنوز ایک
بوس ہاں مزدور کے سے ٹھیک ایک برس
قیصر کی ساری جنت جاتی رہے گی اور
تیر اندازوں کی جو باقی رہی۔ قیصر کے
بہادر لوگ گھٹ جائیں گے کہ خداوند
اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا۔"

الغیر من الہی نوشتوں کی یہ دونوں پیش خبریاں
روز روشن کی طرح پوری ہوئیں۔

سیرت نبویؐ کا جو پہلا اجاگر ہوا۔

جنگ بدر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی سیرت کے بہت سے پہلو نمایاں ہوتے ہیں۔

۱۔ خدائی وعدوں پر سختہ یقین

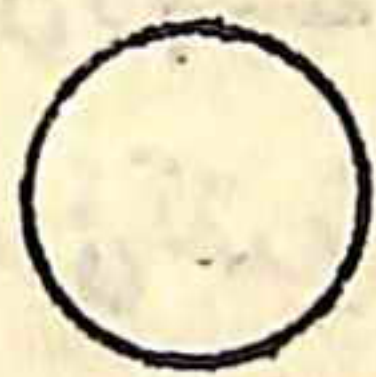
۲۔ صحابہ کی فدایت حضرت موسیٰ اور آپ کی قوت
قدسیہ کا مقابلہ۔

۳۔ قیدیوں سے حسن سلوک کا بے مثال نمونہ۔

۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعلیٰ کماندار
کی حیثیت سے۔

۵۔ خمد کی پابندی۔

پس غزوہ بدر تاریخ اسلام کا ایک اہم واقعہ ہے
جس کے نتیجے میں اسلام کی جڑیں مضبوط ہو گئیں۔ اور مدینہ
میں ایک آزاد مسلمان ریاست کا قیام ممکن ہو گیا۔



"وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک
عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے
دنوں میں زندہ ہو گئے۔ اور پشتوں
کے بگڑے ہوئے الہی رنگ پکڑ گئے
اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے
اور گونگوں کی زبان پر الہی معارف
جاری ہوئے اور دنیا میں ایک دفعہ ایک
ایسا انقلاب پیدا ہوا۔ کہ نہ پہلے
اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی
کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا
تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری
راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے
دنیا میں شور مچا دیا۔"

نائجیریا میں کیا ہوگا؟

نائجیریا میں موجودہ فوجی انقلاب کا تفصیلی منظر
تو ایک لمبی داستان ہے اس جگہ پہلے نائجیریا کا مختصر
تعارف کرایا جائے گا۔ اس کے بعد مذہبی پہلو کو مد نظر
رکھتے ہوئے چند باتیں بیان کی جائیں گی۔ اور پھر موجودہ
فوجی انقلاب کا نہایت مختصر پس منظر پیش کیا جائیگا۔

نائجیریا کا تعارف

نائجیریا مغربی افریقہ میں جنوبی ساحل پر مشرقی
جانب سے انگریزوں کی پہلی نوآبادی تھی۔ جو یکم اکتوبر
۱۹۶۰ء کو مکمل طور پر آزاد کر دی گئی۔ لیگوس اس کا
دارالحکومت ہے۔

رقبہ :-

رقبہ اور آبادی کے لحاظ سے نائجیریا افریقہ
میں رب سے بڑا ملک ہے۔ آبادان جو مغربی نائجیریا
کا دارالحکومت ہے قاہرہ کے بعد افریقہ میں سب سے
بڑا شہر ہے۔ اس کی آبادی ۱۵ لاکھ کے قریب ہے۔ یہ
یہ ملک رقبہ میں مملکت برطانیہ سے چار گنا اور پاکستان
کے تقریباً برابر ہے۔ پاکستان کا کل رقبہ (مشرقی اور
مغربی پاکستان) ۷۰۰۰۰۰ مربع رتین لاکھ ساٹھ ہزار
مربع میل ہے۔ نائجیریا کا کل رقبہ یکمیران علیحدہ ہونے
سے قبل ۷۰۰۰۰۰ مربع رتین لاکھ ستر ہزار مربع میل
م تھا۔ لیکن اب ۸۰۰۰۰۰ مربع رتین لاکھ اڑتیس ہزار

مربع میل ہے۔

آبادی :- ۱۹۵۲-۵۳ء کی مردم شماری کے
مطابق نائجیریا کی کل آبادی ۲۶ ملین رتین کروڑ
بارہ لاکھ ساٹھ ہزار تھی۔ اس کی علاقائی تقسیم
حرب ذیل تھی :-

شمالی نائجیریا - ۱۶۶۹

مشرقی نائجیریا - ۸۶۰

مغربی نائجیریا - ۶۶۳۶

کل - ۳۱۶۲۶ ملین

یہ آبادی اس وقت لندن کی آبادی کا صرف اڑھائی گنا
تھی۔ ۱۹۶۲/۶۳ء کی مردم شماری کے مطابق
نائجیریا کی موجودہ آبادی ۵۰ سے ۵۵ ملین کے
درمیان بتائی جاتی ہے۔ یعنی پانچ سے ساڑھے پانچ
کروڑ تک، اس میں سے شمالی نائجیریا کی آبادی تقریباً
۳۰ ملین ہے۔ آج کل لیگوس اور ملحقہ علاقہ کی آبادی
۹ لاکھ کے قریب ہے۔

وجہ تسمیہ

اول - نائجیریا کی وجہ تسمیہ ایک یہ بتائی جاتی
ہے کہ یہ نام نائجیریا دریا سے لیا گیا ہے۔ یہ نائجیریا
کا سب سے بڑا دریا سارے افریقہ میں لمبائی کے
لحاظ سے تیسرے درجہ پر ہے۔ جس زبان کے یہ نام

سے قبل ایک زبردست سیاسی یونٹ تھا۔ اور کسی وقت
نائیجیریا سے سیرالیون (مغربی افریقہ کے مغربی ساحل پر)
تک ایک ہی "ہاؤسا مملکت" تھی۔ جو غانا کے نام سے
پکاری جاتی تھی۔

۳۔ کانوری (KANURI) یہ شمال مشرقی
نائیجیریا میں ایک مضبوط اور بلند قامت قوم ہے۔
یہ لوگ عربی زبان میں وہاں سب سے زیادہ ماہر ہیں۔
۴۔ شووا عرب (SHUWA ARABS)
یہ قوم شمال مشرقی نائیجیریا میں غالباً بحر روم
کے قریب سے آکر جھیل چاڈ (LAKE CHAD)
کے گرد آباد ہوئی۔

جنوبی نائیجیریا کے قبائل

چھوٹے بڑے قبائل تو جنوبی نائیجیریا میں بہت
سے ہیں۔ لیکن اس ملک پر انگریزوں کے تسلط کے
آغاز سے متعلقہ تاریخ میں سب سے پہلی قوم جس سے
انگریزوں کو واسطہ پڑا BENIN ہے۔ یہ موجودہ
مڈ ویسٹرن نائیجیریا (MID WESTERN) میں ہے
انگریزوں کے تسلط کے بعد کی سیاسی تاریخ میں
شمالی "ہاؤسا قبیلہ" کی طرح جو قبائل سب سے زیادہ
اہمیت رکھتے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ یوربا YORUBA

۲۔ ایبو IBU

۳۔ بینی BENIN

زبانیں۔ ان کی زبانوں کے نام بھی یہی ہیں۔

نائیجیریا کی جو زبان سارے مغربی افریقہ میں بولی
اور سمجھی جاتی ہے وہ "ہاؤسا" ہے۔ کیونکہ یہ قوم قدیم زمانہ

لیا گیا ہے۔ اس میں نائیجیر کے معنی *The green*
river بتائے گئے ہیں (یعنی بہت بڑا دریا)
دوہ۔ دوسری وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ یہ نام
مغربی سوڈان کے قدیمی نام NIGRITIA سے لیا
گیا ہے۔ جس کے معنی *The country of*
the black races کے ہیں۔ (یعنی کالی نسلوں
کا ملک) گویا یہ لفظ NEGRO سے بنا ہے۔

باشندے:۔ یہاں کے ابتدائی باشندے
West African Negroes کے جاسکتے ہیں
لیکن یہاں کی ابتدائی نسل مختلف بیرونی قوموں سے
ملنے کی وجہ سے تقریباً نابود ہو چکی ہے۔ اس وقت زیادہ
سے زیادہ خالص نیگرو نسل جنوب مشرقی نائیجیریا کے
ایک خاص علاقہ میں ملتی ہے۔

شمالی نائیجیریا کے قبائل

شمالی نائیجیریا میں چار اہم قدیمی قبائل ہیں۔
جنہوں نے وقتاً فوقتاً ابتدائی شمالی نائیجیریا میں
اور پھر باقی نائیجیریا میں انقلاب برپا کئے اور اپنے
کچھ سے اس ملک کو بہت متاثر کیا۔

۱۔ فولانی (FULANI) یہ قوم سارے
شمالی نائیجیریا میں پھیلی ہوئی ہے۔ گو تعداد کے لحاظ
سے دوسری قوموں کی نسبت بہت کم ہے۔ گزشتہ
فوجی انقلاب میں شہید ہونے والے شمالی نائیجیریا
کے وزیر اعظم سراحمد و بیلو اسی قوم سے تھے۔ یہ
فولانی اقتدار کے بانی اور نائیجیریا میں محمد عثمان
ڈن فوڈیو کے پوتے تھے۔

۲۔ "ہاؤسا" (HAUSA) یہ ۸۰۰ سن عیسوی

زیادہ ہے۔

اور جس طرح سوائے چند کٹر عیسائیوں اور عیسائی مشنریوں کے عام عیسائیوں کو سیاست کے میدان میں مذہب سے کوئی سروکار نہیں اسی طرح جنوبی نائیجیریا کے مسلمان بھی قبائلی حلقہ بندی میں اپنے کٹر عیسائی راہنماؤں کی پرجوش حمایت کرتے ہیں۔

جہاں تک تعداد کا تعلق ہے گوہارے اپنے اندازے کے مطابق سارے ملک میں مسلمانوں کی تعداد ۷۰ فیصد کے لگ بھگ ہے۔ اور گو اس ملک کا وزیر اعظم رشید سراج بکر طفاوا بالیوا، مسلمان تھا اور پارلیمنٹ میں اکثریت والی برسر اقتدار پارٹی کا لیڈر سراج احمد و بیلور رشید، بھی ایک کٹر مسلمان اور ورلڈ اسلامک لیگ کا وائس پریزیڈنٹ تھا لیکن عملاً ہر میدان میں اقتدار عیسائیوں کے ہاتھ میں رہا۔ فوج میں چوٹی کے افسر ۷۰ فیصد عیسائی ۱۹۵۵ تھے۔ اور لڑنے والے فوجیوں میں بھی (جن کی اکثریت شمالی نائیجیریا سے تھی) بھاری اکثریت عیسائیوں کی تھی۔ اسی طرح پولیس کی تقریباً ساری طاقت عیسائیوں کی تھی۔ ادھر سول سروس میں اعلیٰ اور وسطیٰ درجہ کی ملازمتوں میں بھی عیسائیوں کا غلبہ تھا۔ اور سارے ملک کی تجارت بھی (بشمولیت شمالی نائیجیریا) ۱۹۵۰ عیسائیوں کے ہاتھ میں تھی۔ اسی طرح تقریباً سارے ملک کی تعلیمی باگ ڈور عیسائیوں کے سپرد تھی۔

اور تو اور موجودہ دوسرے فوجی انقلاب کے بعد بھی جس میں فوجی طاقت کے لحاظ سے شمالیوں کی بالادستی تسلیم کر لی گئی ہے، ملٹری حکمرانوں اور

میں سارے مغربی افریقہ میں پھیلی ہوئی تھی۔ (بشمولیت فرانسیسی ممالک) لیکن نائیجیریا کی حدود میں تعداد اور رقبہ کے لحاظ سے سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان YORUBA ہے۔

انگریزوں کی آمد کے بعد آئو (IBU) قوم تعلیم۔ فنون۔ حرفت۔ تجارت۔ سول سروس۔ پولیس اور فوج کے اعلیٰ RANKS میں پیش پیش رہی ہے مشرقی افریقہ کی سواحیلی زبان کی طرح نائیجیریا اور مغربی افریقہ کے کسی ملک میں کوئی قومی زبان (Lingua Franca) نہیں ہے ایک قبیلہ کے لوگ دوسرے قبیلہ سے انگریزی میں ہی بات کرتے ہیں۔

مذہبی پہلو

گو اس وقت نائیجیریا کا باغی عنصر اور دہلی کے عیسائی مشنری دنیا کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ شمالی نائیجیریا تمام کا تمام مسلمان ہے اور جنوبی نائیجیریا تمام کا تمام عیسائی۔ چنانچہ ایسے پراپیگنڈہ کے ذریعہ انہوں نے عیسائی دنیا سے کروڑ ہا کروڑ روپے اور بے شمار ہتھیار فیڈرل حکومت سے لڑنے کیلئے حاصل کئے لیکن دراصل نہ ہی سارا شمالی مسلمان اور سارا جنوبی عیسائی ہے۔ اور نہ ہی موجودہ کشمکش مذہب کی بنا پر ہے۔ بلکہ یہ ایک قبائلی طاقتوں کی دوڑ ہے۔ شمالی نائیجیریا کے جنوبی حصہ میں عیسائیوں کی ایک بھاری تعداد آباد ہے۔ اور جنوبی نائیجیریا کے مغربی صوبہ میں مسلمانوں کی تعداد ۶۵ فیصد سے بھی

سول کشزوں میں ۵ فیصد تعداد عیسائیوں کی ہے
ملٹری کونسل کا پرنسپل یٹنٹ یعقوب گوگن (YAKUBO
GOWON) اور انسپریڈنٹ (جو کمشنر آف
ٹائیننس بھی ہے) دونوں عیسائی ہیں۔

ملک کے ۱۲ گورنروں میں سے صرف ۴ مسلمان
ہیں۔ اسی طرح ۱۲ سول کشزوں میں سے بھی صرف
۴ ہی مسلمان ہیں۔ امور خارجہ اور مالیات کے کمشنر بھی
عیسائی ہیں۔

ابتداءً مشرقی نائیجیریا کے ۱۵۰ باغیوں
کو یقین تھا کہ وہ باقی نائیجیریا کی فیڈریشن میں مذہبی
انتشار پھیلانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اور فوج
میں عیسائی مسلمان کے باہمی خلفشار کے نتیجے میں وفاقی
حکومت کا نظام درہم برہم ہو جائے گا، لیکن موجودہ
حکومت میں عیسائی حاکموں کی اکثریت نے دنیا کے
سامنے باغیوں کے منہ بند کر دیئے ہیں۔

فوج میں مذہبی خلفشار کا امکان اس لئے بھی
کم ہو گیا کہ حکومت کا سربراہ یعقوب گوگن (YAKUBO
GOWON) خود شمالی نائیجیریا کے اس علاقہ سے ہے
جس کے عیسائی باشندوں کی فوج میں اکثریت ہے۔

فوجی انقلاب کا مختصر پس منظر

انگریزوں نے ملک کی تقسیم اس طریق سے کر رکھی
تھی کہ پارلیمنٹ میں شمالی اور جنوبی نائیجیریا سے نمائندوں
کی تعداد متوازن رہے۔ لیکن بعد میں جب جنوبی نائیجیریا
مشرقی اور مغربی دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ جبکہ شمال
(جو رقبہ کے لحاظ سے جنوب سے کئی گنا زیادہ تھا)۔
بطور ایک ہی یونٹ کے قائم رہا۔ تو مشرقی اور مغربی

نائیجیریا والوں کو اپنی اقلیت کا احساس بڑھنے لگا۔
خود شمالی نائیجیریا کے بعض علاقوں میں بے امنیانی
تھی۔ اور وہ ہاؤس تسلط سے نجات حاصل کرنا چاہتے
تھے۔ لیکن دوسری طرف مشرقی نائیجیریا کے ساحلی علاقے
(ابو ۱۵۰) تسلط سے آزاد ہو کر ایک الگ ریجن
کے قیام کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اور مغربی نائیجیریا کے
انتہائی مشرقی حصہ کے لوگ بھی ایک مڈ ویسٹ ریجن
کے قیام کا مطالبہ کر رہے تھے۔

آزادی کے بعد مغرب میں تو مڈ ویسٹ ریجن کا
قیام عمل میں آ گیا۔ لیکن مشرقی اور شمالی اقلیتوں
کی شنوائی نہ ہوئی۔

محاشی اور ثقافتی لحاظ سے شمالی نائیجیریا اور
جنوب میں مغربی نائیجیریا ایک دوسرے کے بہت
قریب تھے۔ جبکہ مشرقی نائیجیریا اور شمالی نائیجیریا ایک
دوسرے سے ہر لحاظ سے مختلف تھے۔

مشرقی والوں کو یہ اندیشہ تھا کہ اگر مغربی والوں
کا شمالی والوں سے الحاق ہو گیا۔ تو وہ دونوں مل کر
مشرق کو دبانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لہذا انہوں
نے ایک طرف تو اپنے پر و پگنڈا کے ذریعہ مغرب
میں شمال کے خلاف مخالفت پیدا کرنے کی کوشش
کی۔ اور دوسری طرف خود شمالی والوں سے الحاق کر کے
ملک کی کولیشن گورنمنٹ میں شریک ہو گئے۔ جبکہ مغربی
نائیجیریا کی سیاسی پارٹی اپوزیشن بنی رہی۔

آزادی کے معاہدہ انہوں نے شمالیوں کے
ذریعہ مغرب کی سیاسی پارٹی کو زیر کیا اور اس کے
لیڈر صدام حسین کو قید کر دیا اور بعد میں مغرب
کی اسکا زائل شاہ پارٹی کے ساتھ مل کر شمال کے خلاف

فتح ۱۳۴۷ھ
ص ۱۳۴۸

سنجھا لیتے ہی ملک کی ریجمینٹل تقسیم ختم کر دی۔ اور
(UNITARY) حکومت قائم کر کے شمال والوں کے
اندرونی اختیارات بالکل سلب کر دیئے اور بعد میں
ان کی فوجی طاقت کو ختم کرنے کے آثار بھی نمایاں
ہونے لگے۔

انقلاب کے بعد چھ ماہ تک تو شمال والے فوجی
حکومت کے ساتھ پورا پورا تعاون کرتے رہے لیکن
جب انہوں نے دیکھا کہ اس حکومت کا ارادہ ان کو بالکل
نیست و نابود کرنے کا ہے تو انہوں نے بھی ایک
زیادہ گہری اور کامیاب چال کے ذریعہ اچانک دوسرا
فوجی انقلاب برپا کر دیا۔ اور علاقائی تقسیم بحال
کر کے وفاقی حکومت قائم کر لی۔

مشرقی نائیجیریا کے فوجی گورنر (COL. OZUKWU) نے
کنل ادجو کو نے جب دیکھا کہ اس کا بننا یا کھیل بگڑ
گیا ہے۔ تو اس نے حکومت کے فوجی سربراہ یعقوب کوں
YAKUBU GOWON کی اطاعت کرنے سے

انکار کر دیا۔ اور باوجود پہلے سے بھی زیادہ اندرونی انتظام
ملنے کے مٹری کونسل اور سیاسی ماہرین کی کانفرنس میں
شمولیت سے انکار کر دیا۔ شمال کے خلاف اپنی سرگرمیاں
تیز تو کر دیں اور مشرق کو ایک آزاد حکومت کے طور
پر زیادہ سے زیادہ مضبوط کرنے کے لئے ہر جائز و
ناجائز طریق پر کوشش کرنے لگا۔ ملک میں چونکہ
ٹیکنیکل ماہرین زیادہ آتے تھے جن کو اس نے مشرقی
نائیجیریا میں دلچسپی بلالیا۔ اور فوج میں چوٹی کے تجربہ کار
ابو افسر صباگ کو مشرقی نائیجیریا میں آگئے تھے لہذا
اسے یقین تھا کہ اسے جلد فوجی اور اقتصادی غلبہ
حاصل ہو جائے گا۔

متحدہ محاذ قائم کر لیا۔ اور مغربی نائیجیریا میں اپنے کارند
بھیج کر شمالیوں کے خلاف شدید نفرت کے جذبات ابھار
اور سارے جنوبی نائیجیریا میں کھلم کھلا قانون شکنی کا
طوفان برپا کر دیا۔

۱۹۶۴/۶۵ء میں ہونے والے ریجنل اور
فیڈرل الیکشن کا بائیکاٹ کیا اور جنوب میں آباد
شمالی باشندوں اور مغرب میں شمال کی حلیف
سیاسی پارٹی کے ممبروں کو بر ملا جلایا اور قتل کیا اور
ان کی جائدادوں کو آگ لگا دی۔ اور یہ نعرہ بلند کیا کہ
ہم شمال کے سپہانہ لاؤ سا اور فولانی قوم کے اقتدار
کو اب برداشت نہیں کر سکیں گے۔ اور ان کی حکومت
کا تختہ الٹ کر رہیں گے۔ نیز حقیقت کے بالکل عکس
یہ پراپیگنڈا کیا کہ شمال والے مشرقی اور مغربی باشندوں
پر مظالم ڈھارہے ہیں۔ اور وزیر اعظم کے متعلق
یہ شور مچا یا کہ چونکہ وہ ملک میں امن قائم نہیں کر سکا
لہذا وہ حکومت کرنے کے لائق نہیں۔

اسی دوران حکومت اور فوج میں اقتدار والے
تمام ابو (IBO) قوم کے افراد نے مل کر مشرقی نائیجیریا
میں ایک گہری سازش کی۔ اور ملک میں فوجی انقلاب
برپا کر دیا۔ جس میں فوج کے تقریباً تمام غیر ابوالا
افسروں کو قتل کر دیا گیا۔ شمالی نائیجیریا کے وزیر
اعظم کو شہید کیا گیا۔ اور اس کے حلیف مغربی نائیجیریا
کے وزیر اعظم کو بھی قتل کر دیا۔ اسی طرح مرکزی
وزیر اعظم سربو بکو طفاوا بالیوا کو بھی شہید کر دیا اور
مرکزی وزیر خزانہ کو بھی جوڈولیسٹ سے قتل کر دیا
اور فوج کے ابو (IBO) کمانڈر انچیف میجر جنرل اوڈونکا
(IRONZI) نے حکومت سنبھال لی جس نے اقتدار

فتح
۱۳۴۸ھ
۱۳۴۸

ریڈیو کے ذریعہ وفاقی حکومت اور اس کے سربراہ اور شمالی
نائیجیریا کے باشندوں کے خلاف کھل کر زہرا گھنا شروع
کر دیا۔

ان تمام کارروائیوں کے باوجود وفاقی حکومت نے
کوئی رد عمل نہ کیا۔

۲۷ مئی ۱۹۶۶ء کو YAKUBU Gowon

نے سارے ملک کو ۱۲ ریاستوں میں تقسیم کرنے کا اعلان کر دیا
جس کی وجہ سے وفاقی نائیجیریا کی قانونی حیثیت مضبوط
ہو گئی۔ اس تقسیم کے نتیجے میں شمالی نائیجیریا چھ ریاستوں
میں تقسیم ہو گیا۔ اور مشرقی اور مغربی نائیجیریا دونوں تین
تین ریاستوں میں تقسیم ہو گئے۔ اور مشرقی نائیجیریا میں
تین ریاستیں اس طریق پر قائم کی گئیں۔ کہ دو ریاستیں
ان باشندوں پر مشتمل تھیں۔ جو ابواقتدار سے نجات
حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے تھے۔ اور ان
دونوں ریاستوں نے درمیانی ریاست کو جس میں اکثریت
ابوہ (۱۸۵) باشندوں کی تھی (مشرق اور جنوبی ساحل
کی طرف سے اس طرح گھیرے میں لے لیا۔ کہ ان کے
لئے سمندر تک پہنچنے کے تمام راستے مسدود ہو گئے۔

باغی فوجوں نے اس پر ان دو ریاستوں پر اور
ساحل کے قریب فوجی ٹھکانوں پر اپنے چٹکی زیادہ مضبوطی
سے قائم کر لئے۔ اور یکم جون کو بیافرا کی آزاد حکومت
کا اعلان کر دیا۔

اس پر یعقوبو گون نے اعلان کیا۔ کہ یہ اقدام نائیجیریا
کے خلاف بغاوت ہے لہذا نائیجیریا کی فوج کے ایک
حصہ کو اس بغاوت کی سرکوبی کے لئے پولیس اکیشن کے
طور پر مشرقی نائیجیریا بھیجا گیا ہے اور محوڑے ہی عرصہ
میں وفاقی فوجوں نے مشرقی نائیجیریا کے دارالحکومت

تقریباً ایک سال تک اس نے ملک میں ہتھیار
فوجی سامان جمع کرنا شروع کر دیا۔ اور ابو قوم کے بچے
بچہ کو فوجی ٹریننگ دی جس میں یونیورسٹی کے اور
سکولوں کے طالب علم بھی شامل تھے۔

مشرقی نائیجیریا کی بغاوت دن بدن بڑھتی رہی۔
بالآخر گھانا فوجی حاکم گھانا میں ابوری کے مقام پر وفاقی
اور مشرقی نائیجیریا کے باغیوں کے نمائندوں اور ان کے
لیڈروں۔ یعقوبو گون اور کرنل ادجو کو (کو اکٹھا کرنے
میں کامیاب ہو گیا۔

اس کانفرنس کے نتیجے میں Gowon نے مشرقی
گورنر کے تقریباً تمام مطالبات منظور کر لئے جن میں سے
ایک یہ بھی تھا کہ سارے جنوبی نائیجیریا سے شمالی نائیجیریا
کے فوجیوں کا مکمل انخلا کیا جائے۔ اس کے نتیجے میں مشرقی
نائیجیریا کے اندرونی اختیارات بہت زیادہ بڑھا دیئے
گئے۔ لیکن مشرقی گورنر کی باغیانہ سرگرمیاں دن بدن بڑھتی
گئیں۔ اور اس نے اعلان کیا کہ یکم جون ۱۹۶۶ء کو وہ
بیافرا کے نام سے ایک آزاد مملکت کے قیام کا اعلان کریگا
اس نے ملک کے مختلف حصوں میں آباد مشرقی
نائیجیریا کے باشندوں کو مشرقی نائیجیریا آنے کی ہدایت
کی۔ اور یہ اعلان بھی کیا کہ مشرقی نائیجیریا سے تمام غیر
مشرقی باشندے خارج ہو جائیں۔

وفاقی نائیجیریا سے مشرقی نائیجیریا میں جانے والے
قسم کے ذرائع آمد و رفت پر قبضہ کر لیا جاتا۔ خواہ وہ
موٹر کار ہو یا بس یا ریلوے ٹرین ہو یا ہوائی جہاز۔ اور
نائیجیریا کے بڑے بڑے شہروں بالخصوص لیگوس پر بم گرانے
شروع گئے۔ اور کئی پٹرول سٹیشنوں کو دھماکے والے
بھوں سے اڑانا شروع کر دیا۔ اور اپنے اخبارات اور

ENUGU پر قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد جب باغیوں نے دیکھا کہ ٹرولسٹرن
ریجن اور ولسٹرن ریجن شمالی نائیجیریا کی فوجوں سے خالی
ہیں۔ تو اچانک ٹرولسٹ پر حملہ کر دیا۔ اور سارے
ٹرولسٹ اور مغربی نائیجیریا کے ایک علاقہ پر قبضہ کر لیا۔
اور لیگوس سے ان کی فوجیں صرف ۷۰ میل دور رہ
گئیں۔

اس پر یقیناً بولگوں نے باغیوں کے خلاف کھلا
اعلان جنگ کیا۔ اور شمالی نائیجیریا کی فوجوں نے ان
علاقوں میں داخل ہو کر باغیوں کو مار بھگایا اور ان
علاقوں پر دوبارہ وفاقی قبضہ ہو گیا۔

وفاقی فوجوں نے اس کے بعد اپنی پوری طاقت
استعمال کر کے جلد ہی مشرقی نائیجیریا کی تینوں ریاستوں
کے دارالحکومتوں پر قبضہ کر لیا۔ اور پھر آہستہ آہستہ
سمندر کی طرف سے اور مشرق اور شمال اور مغرب
کی طرف سے گھیرا ڈال کر باغی فوجیوں کو درمیان ریاست
میں محصور دھونے پر مجبور کر دیا۔

وفاقی حکومت نے اپنے دعویٰ کو عملاً ثابت
کرتے ہوئے ان تمام ریاستوں میں خود دھاں کے
باشندوں کو ہی بطور گورنر اور نظم و نسق کے ایڈمنسٹریٹر
مقرر کیا۔ اور مشرقی نائیجیریا کی درمیانی ریاست کے
نظم و نسق کے لئے لیگوس کی ریپورسٹی کے ایک
ایلو پروفیسر کو بھیجا۔ اور باوجود اس کے کہ اس ریاست
کو اب چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا گیا ہے۔

اور اس کے تمام بڑے شہروں پر بھی قبضہ کر لیا گیا ہے
لیکن وفاقی حکومت دھاں کے ایلو باشندوں کو دوبارہ
اپنے شہروں میں آباد کرنے کی پوری تگ و دو کر رہی ہے

اور متواتر اعلان کر رہی ہے۔ کہ وفاقی حکومت کا قیام
ارادہ نہیں کہ ابو قوم کو نیست و نابود کر دیا جائے۔
بلکہ صرف باغی عنصر کو زیر کرنا ہے۔ اور باغیوں کو متواتر
ہتھیار ڈالنے کی دعوت دی جا رہی ہے۔ اور یہ اعلان
کیا جاتا ہے۔ کہ وہ جو بھی بیافره حکومت کا دعویٰ ترک
کر کے باقی نائیجیریا کے ساتھ مل کر حکومت میں برابر کے
شریک کے طور پر رہنے کا اعلان کریں گے۔ فوجی کارروائی
فوراً بند کر دی جائے گی۔ اور ان کو کسی قسم کی مزید
سزا نہیں دی جائے گی۔ تین باغی ابھی تک اپنے
اس دعویٰ پر قائم ہیں کہ جب تک آخری ابو انسان
مشرقی نائیجیریا میں زندہ ہے وہ ہتھیار نہیں ڈالیں گے۔
اب وفاقی نائیجیریا کی فوجیں تو ایک مقام تک
پہنچ کر رک گئی ہیں۔ اور باغیوں کو محض گھیرے میں
لے رکھا ہے لیکن دنیا کی بعض بڑی طاقتیں افریقہ
ہی کے بعض ممالک کے ذریعہ ان کی مالی امداد کر رہی
ہیں۔ اور جنگی ساز و سامان مہیا کر رہی ہیں۔ اور یہ
خانہ جنگی جب ختم ہونے کے قریب پہنچتی ہے تو اچانک
دوبارہ شدت سے بھڑک اٹھتی ہے۔ اگر بیرونی
طاقتوں نے باغیوں کی یہ خفیہ امداد بند نہ کی۔ تو
نائیجیریا کی خانہ جنگی کا دروازہ بظاہر بند ہوتا نظر
نہیں آتا :

”فدائیت دین کو ایک فضیل الہی بنانے
اس کے بدلے میں کبھی طالب النعمان نہ ہو
المصلح الموفق“

تقیہ مسلمان تاجر کا تمام

تول کر لیتے ہیں تو خوب پورا کر کے لیتے ہیں اور جب کوئی چیز دوسروں کو تول کر دیتے ہیں تو پھر وزن میں کمی کر دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ یقین نہیں کرتے کہ وہ رزقہ کر کے اٹھا جائیں گے۔ اس عظیم الشان وقت کا فیصلہ دیکھنے کے لئے جس وقت تمام لوگ سب جہانوں کے رب کا فیصلہ سننے کے لئے کھڑے ہونگے۔ ایسا نہیں رجو یہ سمجھتے ہیں، بدکاروں کی جزاء کا حکم یقیناً ایک دائمی کتاب میں ہے۔

جیسے کہ ابتداء میں بتایا گیا ہے ہمارا زمانہ ملگجہ تجارت اور سودے بازی کا زمانہ ہے۔ خواہ وہ شہری یا ملکی سطح پر ہو یا بین الاقوامی سطح پر۔ بین الاقوامی سطح پر اقوام ایک دوسرے سے انتہائی ظلم و تعظیف سے کام لے رہی ہیں۔ اسی طرح چھوٹی سطحوں پر بھی تجارت میں امانت و دیانت خال خال ہی پائی جاتی ہے۔ پس اس زمانہ میں جماعت احمدیہ کے تاجر خواہ وہ کسی بھی طبقہ سے متعلق ہوں اپنے آپ کو الصدوق اور الایمن ثابت کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور انتہائی بلند پروحانہ رخصتوں کے وارث ہوں اور ساری دنیا کے لئے ایک نمونہ بنیں کہ دنیاوی انجانات کے ساتھ ہم ذاتائے کا ایک مومن بندہ روحانی رفعتوں کو بھی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دنیا کے لئے اسوۂ حسنہ پیش کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین ۛ

ماہنامہ خالد میں اشتہار دیکر
اپنی تجارت کو فروغ دیں۔

تقیہ خدام الاحمدیہ کے اغراض و مقاصد

اشتہاروں کے جواب میں نہایت عمدہ ٹریکٹ شائع کئے اپریل ۱۹۳۹ء میں حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلسل خطبات کے ذریعہ خدام الاحمدیہ کی تحریک عام فرمائی اور باہر کی جماعتوں میں اس مجلس کے قیام کا ارشاد فرمایا نیز بڑی تفصیل سے مجلس کا پروگرام دلائل و عمل تجویز فرمایا۔ ابتداء میں تو مجلس کا کام صرف علمی حد تک تھا۔ مگر پھر اس کے پروگرام میں مندرجہ ذیل امور بھی شامل کر دیئے گئے:۔ (۱) اپنے ہاتھ سے روزانہ اجتماعی صورت میں اودھ گفتہ کام کرنا۔ ۲۔ درس و تدریس۔ ۳۔ تلقین پابندی نماز۔ ۴۔ بیوگان، معذوروں اور مریموں کی خبر گیری۔ ۵۔ تکفین و تدفین اور دیگر تقاریب میں امداد گویا اس وقت مجلس کا عملی پروگرام ہاتھ کے کام خدمت خلق اور پابندی نماز پر مشتمل تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبات و تقاریر میں خدام کو ادارہ گردی کے انسداد اور فریضہ تبلیغ کی ادائیگی کی طرف متوجہ فرمایا۔

۱۹۳۹ء میں حضور رضی اللہ عنہ نے پھر خدام الاحمدیہ کے متعلق متواتر خطبات ارشاد فرمائے اور ان خطبات میں خدام الاحمدیہ کے پروگرام میں بعض امور کا اضافہ فرمایا۔ غرضیکہ رفتہ رفتہ حضور کے احکامات کی روشنی میں اور آپ کے ارشادات کے مطابق مجلس کے کاموں میں وسعت آتی گئی۔ متحدہ علیحدہ شعبہ جات قائم ہوتے گئے مجلس کا اپنا دستور اساسی اور لائحہ عمل اور مجب و غیرہ مقرر ہو گئے۔ اور مجلس بڑی سرعت سے ترقی کی منازل طے کرنے لگی۔ اور دواں دواں اپنی موجودہ ترقی یافتہ حالت کو پہنچی۔ فاجعہ اللہ علی ذالک۔ و ذالک فضل اللہ۔ (باقی)

مجلس خدام الاحمدیہ کے اغراض و مقاصد اور مختصر تاریخ

بڑا احسان ہے۔

۱۔ اغراض و مقاصد۔

مجلس خدام الاحمدیہ کے قیام کی غرض و غایت اسکی اہمیت اور اسکے لائحہ عمل کے بارہ میں واضح تصور قائم کرنے کیلئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ خود حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہی الفاظ اپنے خدام بھائیوں کے سامنے پیش کروں جو حضورؐ نے احباب جماعت اور نوجوانوں کے سامنے وقتاً فوقتاً متعدد مواقع پر بیان فرمائے ہیں:-

مجلس خدام الاحمدیہ کے قیام کی غرض بیان کرتے ہوئے حضورؐ فرماتے ہیں:-

”میری غرض اس مجلس کے قیام سے یہ ہے

کہ جو تعلیم ہمارے دلوں میں دفن ہے اسے ہوا نہ

لگ جائے بلکہ وہ اسی طرح نسلاً بعد نسل دلوں

میں دفن ہوتی چلی جائے آج وہ ہمارے دلوں

میں دفن ہے تو کل وہ ہماری اولاد کے دلوں میں

دفن ہو اور پرسوں ان کی اولاد کے دلوں میں

یہاں تک کہ تعلیم ہم سے وابستہ ہو جائے ہمارے

دلوں کے ساتھ چھٹ جائے اور ایسی صورت

اختیار کرے جو دنیا کیلئے مفید اور بابرکت ہو اگر

ایک دوسلوں تک ہی تعلیم محدود رہی تو کبھی ایسا

پختہ رنگ نہ دیکھی جس کی اس سے توقع کی جاتی ہے۔“

والفضل، ۱۱ فروری ۱۹۲۹ء

سپر سلا احمدیہ کے قیام کی غرض و غایت کو تفصیل

مجلس خدام الاحمدیہ احمدی نوجوانوں کی قیادت میں ہے جسے آج سے تقریباً ۳۳ سال پیشتر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے اس غرض کے لئے قائم فرمایا کہ تا احمدیت کی جوان پود اور انیوالی نسلیں اسلام اور احمدیت کے حقیقی مغز کو حاصل کریں اور نوجوانوں کی اس رنگ میں تربیت کی جائے کہ وہ آئندہ احمدیت کا ستون۔ ایک اعلیٰ اور مضبوط ستون ثابت ہو کہ انہی کے کندھوں پر آئندہ سلسلہ کا سب بار پڑنا ہے۔

اپنی موجودہ شکل میں احمدی نوجوانوں کی اس تنظیم کا قیام تو اگرچہ بہت بعد میں عمل میں لایا گیا تاہم خود حضرت اقدس سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانی و سلسلہ احمدیہ نے متعدد دیگر مخصوص طور پر احمدی نوجوانوں کو مخاطب فرمایا ہے۔ حضورؐ کا یہ بیش قیمت شعر تو ہم نوجوانوں کے لئے ناٹو کی حیثیت رکھتا ہے کہ

”بکوشید اے جوانان تا بدیں قوت شود پیدا

بہار و رونق اندر روضہ ملت شود پیدا“

بہر حال یہ شرف سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے

حسن و احسان میں نظیر یعنی سیدنا مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کو حاصل ہوا کہ آپؐ نے احمدی نوجوانوں کی ایک علیحدہ باقاعدہ

تنظیم فرمائی۔ اسے ایک معین لائحہ عمل عطا فرمایا۔ اور تفصیلی

ہدایات سے نوازتے ہوئے نوجوانوں میں ولولہ ایسا

خدمت کی لگن اور فرض شناسی کا جذبہ پیدا فرمایا۔ یقیناً

یہ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہم احمدی نوجوانوں پر ایک بہت

فتح
۱۳۴۸ھ
۱۳۴۸

بیان کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں :-

”سلسلہ احمدیہ کے سپرد ایسے کام کئے گئے ہیں جو دنیا میں عظیم الشان انقلاب پیدا کر نیا لے ہیں۔ موجودہ دنیا کی کاپیا پلٹنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ دنیا کی تہذیب اور دنیا کے تمدن کی عمارت جو اس وقت قائم ہے اس کی صفائی کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نہیں بھیجے گئے اس کی لپائی کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نہیں بھیجے گئے اس پر زنگ اور ردغن کرنے کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نہیں بھیجے گئے اس کا پستربہ لئے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نہیں بھیجے گئے اس کی کانسوں کو درست کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نہیں بھیجے گئے۔ اس کے ٹوٹے ہوئے فرش کو بدلنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نہیں بھیجے گئے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے بھیجا ہے۔ کہ ٹوڑ دو اس تہذیب اور تمدن کی عمارت کو جو اس وقت کھڑی ہے ٹکڑے ٹکڑے کر دو اس قلعہ کو جو انسانوں نے اس میں بنالیا ہے اسے زمین کے ساتھ لگا دو بلکہ اس کی جڑ ہی اکھیر کر پھینک دو اور اس کی جگہ وہ عمارت کھڑی کر دو جس کا نقشہ میں تمہیں دیتا ہوں۔ یہ کام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔ اور اس کام کی اہمیت بیان کرنے کے لئے کسی لمبی چوڑی تقریر کی ضرورت نہیں۔ ہر انسان سمجھ سکتا ہے کہ دنیا کے جس گوشے میں ہم جاویں دنیا کی جس گلی میں ہم گزریں دنیا کے جس گاؤں میں ہم اپنا قدم رکھیں وہاں ہمیں جو کچھ نظر آتا ہے اس سب کو توڑنا اور اس سب کو تباہ کر دینا اور اس سب کو برباد کر دینا ہمارا مقصد ہے۔“

اس کے پچھنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نہیں بھیجے گئے۔

اور پھر صرف توڑنا اور برباد کرنا ہی کام نہیں بلکہ اس کی جگہ نئی عمارت بنانا جو قرآن کریم کے بتائے ہوئے نقشے کے مطابق ہو ہمارا کام ہے۔“

پھر سلسلہ کی اندرونی اصلاح اور آئندہ ترقی کے لئے مختلف تنظیموں کی ضرورت بیان کرتے ہوئے فرمایا :-
”جماعتی تنظیم اور اصلاح کو مکمل کرنے کے بغیر ہم ساری دنیا کی تنظیم اور اس کی اصلاح کی طرف توجہ نہیں کر سکتے ہم اس وقت باہر کی طرف توجہ کر سکتے ہیں۔ جب ہم تمام جماعت کے افراد کو ایک نظام میں منسلک کر لیں گے تو اس کے بعد ہم بیرونی دنیا کی اصلاح کی طرف کامل طور پر توجہ کر سکیں گے اور اس اندرونی اصلاح کی طرف کامل طور پر توجہ کر سکیں گے اس اندرونی اصلاح اور تنظیم کو مکمل کرنے کیلئے میں نے خدام الاحمدیہ انصار اللہ اور اطفال الاحمدیہ تین جماعتیں قائم کی ہیں۔ اور یہ تینوں اپنے اس مقصد میں جو ان کے قیام کا اصل باعث ہے اس وقت کامیاب ہو سکتی ہیں۔ جب انصار اللہ خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ اس اصل کو مد نظر رکھیں جو حیثیت ماکنتم ثولوا وجوہکم شطرہ میں بیان کیا گیا ہے کہ ہر شخص اپنے فرض کو سمجھے اور پھر رات اور دن اس فرض کی ادائیگی میں اس طرح مصروف ہو جائے جس طرح ایک ہاگل اور محنون تمام اطراف سے اپنی توجہ کو ہٹا کر صرف ایک بات کے لئے اپنے تمام اوقات کو صرف کر دیتا ہے جب تک رات اور دن انصار اللہ اپنے کام میں لگے نہیں جیتے جب تک رات اور دن خدام الاحمدیہ اپنے کام میں لگے نہیں جیتے جب تک رات اور دن اطفال الاحمدیہ اپنے کام میں نہیں لگے رہتے اور اپنے مقصد کو پورا کرنے کیلئے تمام اوقات کو صرف نہیں کر دیتے اس وقت تک ہم اپنی اندرونی تنظیم مکمل نہیں کر سکتے

اور جب تک ہم اپنی اندرونی تنظیم مکمل نہیں کر لیتے اس وقت تک ہم بیرونی دنیا کی اصلاح اور اس کی خواہشوں کے ازالہ کی طرف بھی پوری توجہ نہیں دے سکتے۔

اسی طرح حضورؐ نے فرمایا:-

”میری عمر من انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ کی تنظیم سے یہ ہے کہ عمارت کی چاروں دیواروں کو مکمل کر دوں۔ ایک دیوار انصار اللہ ہیں دوسری دیوار خدام الاحمدیہ ہیں تیسری دیوار اطفال الاحمدیہ اور چوتھی دیوار نجات اماء اللہ ہیں۔ اگر یہ چاروں دیواریں ایک دوسری سے علیحدہ رہیں تو یہ لازمی بات ہے کہ عمارت کھڑی نہیں ہو سکتی۔“

نیز فرمایا:- وہی قوم زندہ سمجھی جاسکتی ہے جس کی آنیوالی پود زیادہ غرم والی ہوتی ہے جس کی آنیوالی پود زیادہ ترقی کر نیوالی ہوتی ہے جس کی پود نظم پر قائم ہوتی ہے۔ اور روحانیت کو عمل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔“

پھر قوموں کی ترقی میں تسلسل کی ضرورت اور نظم کی برکات کے ضمن میں حضورؐ فرماتے ہیں:-

”بعض چیزیں اغلاص سے نہیں بلکہ نظام سے تعلق رکھتی ہیں اور جب تک نظام کی پابندی نہ ہو اس وقت تک کامیابی نہیں ہوتی نہ ہی تعلیموں کی اشاعت کے لئے حضورؐ عیسوی نقش پر آنیوالی اور جمالی رنگ اپنے اندر رکھنے والی تعلیموں کیلئے ایک لمبے عرصہ تک مسلسل اور متواتر کام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ تسلسل تب ہی قائم رہ سکتا ہے جب آئندہ اولادوں کی اصلاح کی جائے۔ اگر ہم نے اس تسلسل کو قائم نہ رکھا تو یہ ہماری موت کی علامت ہوگی۔ پس ضروری ہے کہ ہم اس تسلسل کو قائم رکھیں۔“

اسی سلسلہ میں حضورؐ مزید فرماتے ہیں:-

”قوموں کی کامیابی کے لئے کسی ایک نسل کی درستی

کافی نہیں ہوتی جو پروگرام بہت لمبے ہوتے ہیں وہ اسی وقت کامیاب ہو سکتے ہیں جبکہ متواتر کئی نسلیں ان کو پورا کرنے میں لگی رہیں عتنا وقت ان کو پورا کرنے کیلئے ضروری ہو اگر اتنا وقت ان کو پورا کرنے کیلئے نہ دیا جائے تو ظاہر ہے کہ وہ کسی صورت میں مکمل نہیں ہو سکتے اور اگر وہ مکمل نہ ہوں تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ پہلوؤں نے اس پروگرام کی تکمیل کیلئے جو محنتیں، کوششیں اور قربانیاں کی ہیں وہ برباد ہو جائیں گی۔“

اسی ضمن میں حضورؐ نے مزید فرمایا ہے:-

”قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ نئی نسلیں جب تک اس دین اور ان اصولوں کی حامی نہ ہوں جن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اسکے بنی اور مامور دنیا میں قائم کرتے ہیں اس وقت تک اس سلسلہ کی ترقی کی طرف کبھی بھی صحیح معنوں میں قدم نہیں اٹھ سکتا۔۔۔۔۔“

وہ اصلاح صرف اسی رنگ میں ہو سکتی ہے کہ نوجوانوں کو اس امر کی تلقین کی جائے کہ وہ اپنے اندر ایسی روح پیدا کریں کہ اسلام اور احمدیت کا حقیقی معرزا انہیں میسر آجائے۔“

والفصل ۱۰، ۱۱ اپریل ۱۹۳۸ء

پھر اسلام اور احمدیت کے حقیقی معرزے کے حصول کی روح کو احمدی نوجوانوں میں پیدا کرنے کے لئے حضورؐ نے یہ طریق بتایا ہے۔ فرمایا:-

”نوجوانوں کے اندر۔۔۔۔۔ بیداری اور ہوشیاری پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہر جگہ مجلس خدام الاحمدیہ قائم کی جائے اور اس میں ایسے نوجوان شامل کئے جائیں جو عملی رنگ میں اپنی ایسی اصلاح کرنے کے لئے تیار ہوں کہ ان کا وجود دوسروں کے لئے نمونہ بن جائے۔“

والفصل ۲۲، ۲۳ اپریل ۱۹۳۸ء

ابتدائی دور میں مجلس خدام الاحمدیہ یہی شمولیت ضروری

ب۔ مختصر تاریخ :-

اس مجلس کے قیام کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ
۱۳ جنوری ۱۹۳۸ء کو قادیان کے دس نوجوانوں کو ایک
جگہ بلایا گیا۔ محکم محبوب عالم صاحب خالد اس مجلس کے
داعی تھے باقی دس نوجوان یہ تھے :-

- ۱۔ مولوی قمر الدین صاحب۔ ۲۔ حافظ بشیر احمد صاحب
- مرحوم۔ ۳۔ مولوی ظہور حسین صاحب۔ ۴۔ مولوی غلام احمد
- صاحب فرخ۔ ۵۔ مولوی محمد صدیق صاحب۔ ۶۔ سید احمد علی
- صاحب۔ ۷۔ حافظ قدرت اللہ صاحب۔ ۸۔ مولوی
- محمد یوسف صاحب۔ ۹۔ مولوی محمد احمد صاحب۔ ۱۰۔
- خلیل احمد صاحب ناظر۔

ان نوجوانوں نے احمدیت کی ترقی اور خلافت کی
تائید میں کوشاں رہنے کا عزم اور اسکے خلاف اٹھنے
والے فتنہ کا مقابلہ کرنے کا عہد کرتے ہوئے خدا تعالیٰ سے
مدد و نصرت چاہی۔ چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ
کے زیر ارشاد ہی اس مجلس کا قیام عمل میں آ رہا تھا
اس لئے حضور سے ہی مجلس کا نام رکھنے کی درخواست کی
گئی۔ حضور نے ۴ فروری ۱۹۳۸ء کو اس تنظیم کو مجلس
خدام الاحمدیہ کے نام سے موسوم فرمایا۔ ابتدائی دو ماہ
کے اندر قادیان کے مختلف حلقوں میں اس کی شاخیں
قائم کر دی گئیں۔ اس دوران میں مجلس کا کام یہ تھا کہ
اراکین قرآن و حدیث تاریخ۔ فقہ اور احمدیت و اسلام
کے متعلق کتب دینیہ کا مطالعہ کرتے اور احمدیت و
خلافت کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کے جواب کے
لئے تحقیق و تدقیق کرتے۔ اس وقت شیخ مصری صاحب
کافتنہ برپا تھا۔ چنانچہ اراکین مجلس نے اس فتنہ کے
رد کے لئے قابل قدر مساعی کیں اور مصری صاحب کے
(باقی کیلئے دیکھیں صفحہ ۹۷)

نہ ہتھی بلکہ طوطی و اختیاری ہتھی۔ لیکن بعد ازاں حضورؐ
نے ۱۵ سے ۲۰ سال تک عمر کے ہر احمدی نوجوان کا اس
میں شامل ہونا لازمی قرار دیا اور جماعت کے عہدیداران
کو تاکید فرمائی کہ وہ نوجوانوں کو ضرور خدام الاحمدیہ میں
شامل کروائیں۔ چنانچہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا :-

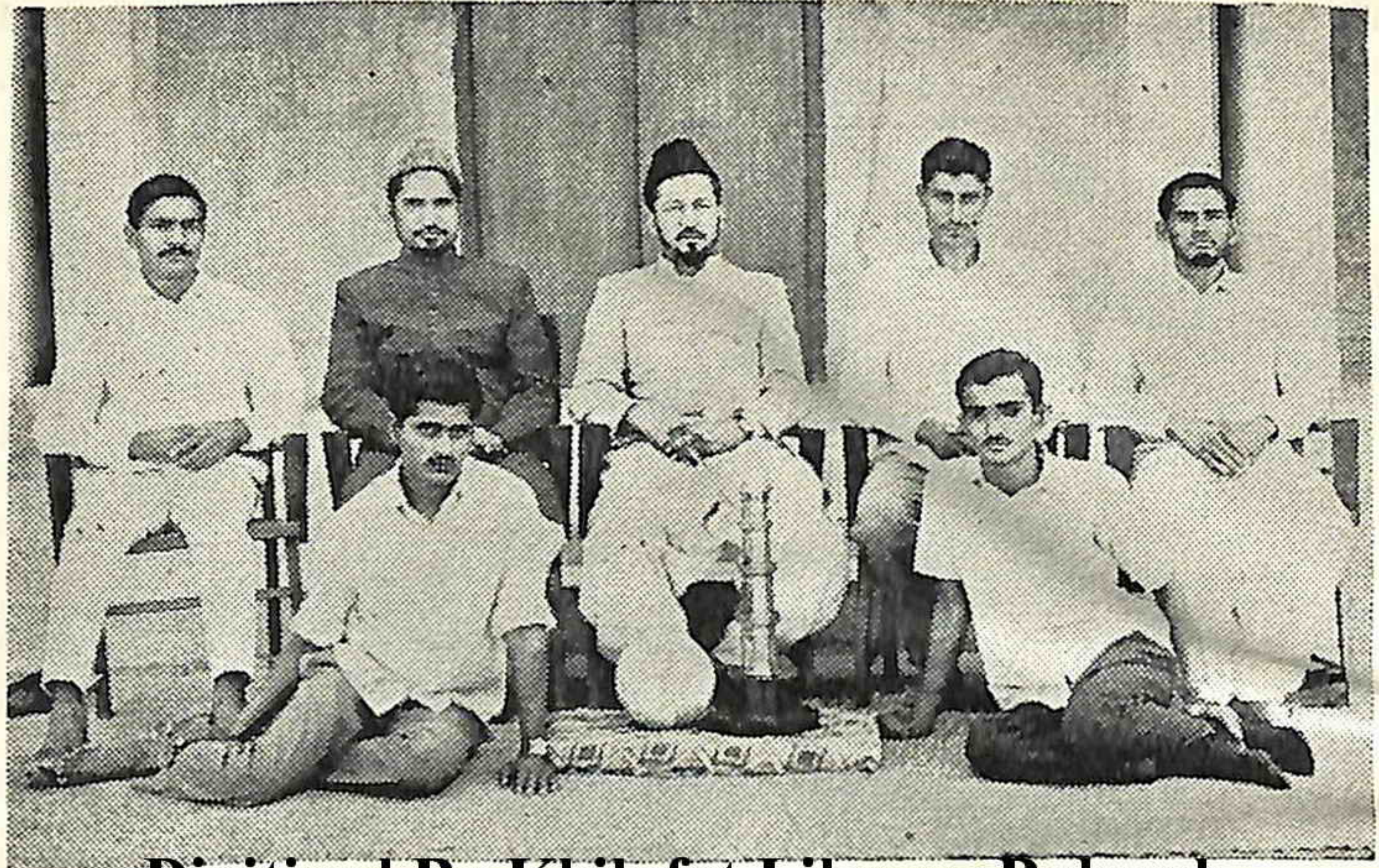
”میں نے پہلے بھی توجہ دلائی تھی اور اب پھر جماعت
کے پرینڈینٹوں سیکریٹریوں اور دوسرے تمام افراد کو
توجہ دلاتا ہوں کہ وہ خدام الاحمدیہ کے ساتھ تعاون کریں
اور نوجوانوں کو اس بات پر مجبور کریں کہ وہ خدام الاحمدیہ
میں شامل ہوں۔ اسی طرح ماں باپ کا فرض ہے کہ وہ
اپنے بچوں کو اس میں داخل کریں“

نیز حضورؐ نے مجلس خدام الاحمدیہ کی ضرورت
و اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا :-

”خدام الاحمدیہ جیسی جماعت کا وجود ایک نہایت
ہی ضروری اور اہم کام ہے اور نوجوانوں کی درستی اور
اصلاح اور ان کا نیک کاموں میں تسلسل ایک ایسی بات
ہے جسے کسی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔“

والفضل ۱۱ مارچ ۱۹۳۸ء
الغرض حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے دل میں احمدی نوجوانوں کی صحیح تربیت و تنظیم کا مسئلہ
انتظام کرنے کی جو تمنا دیر سے کر رہے تھے وہی ہتھی اس کا
عملی ظہور مجلس خدام الاحمدیہ کے قیام کی صورت میں ہمارے
سامنے آیا جس نے رفتہ رفتہ اب ایک مضبوط و تنادور
درخت کی صورت اختیار کر لی ہے جو خدا کے فضل سے
چمن احمدیت کی رونق و حفاظت و سر بلندی کا باعث
ہے۔ اور اپنے و بیگانے اس کے شیریں ثمرات سے
حصہ پارہے ہیں۔

اجتماع ۱۹۶۸ء پر انعام حاصل کرنے والی ٹیمیں



Digitized By Khilafat Library Rabwah

والی بال رہوہ



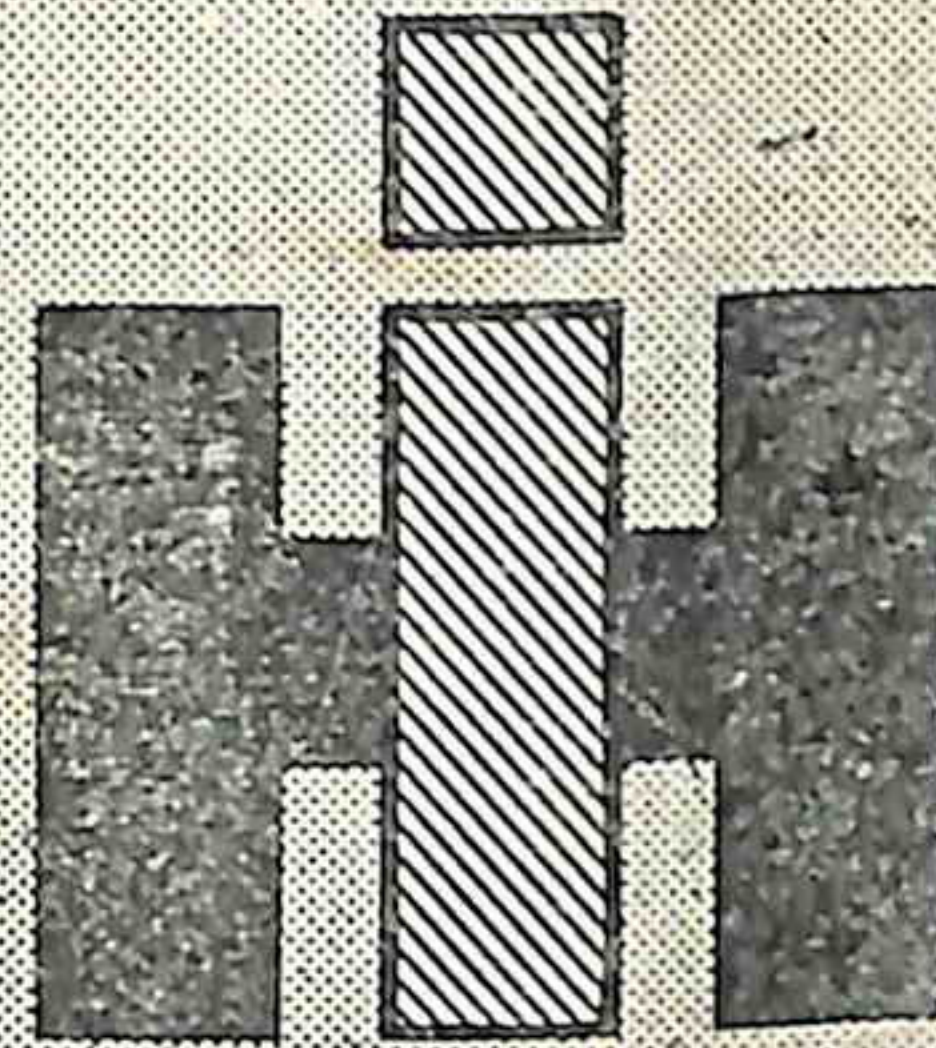
فٹ بال رہوہ

خوشخبری

زراعتی ٹریکٹر کے خریداروں کے لئے

Digitized By Khilafat Library Rabwah

بی۔ ۴۵۰ (۵۵ ہارس پاور ڈیزل ٹریکٹر)



INTERNATIONAL
HARVESTER

کی قیمت میں
نمایاں کمی
اور جلد
فراہمی بھی



Only Title printed at the Nusrat Art Press, Rabwah

پُرانی قیمت :- ۱۶,۳۴۰/- روپے
انٹرنیشنل ہارویسٹر کے اعلیٰ معیار اور بہترین
کی بے مثال روایات سو سال سے قائم ہیں۔ پاکستان میں بھی
انٹرنیشنل ہارویسٹر بی۔ ۴۵۰ ٹریکٹر بے حد مقبول ہے۔
محدود تعداد میں انٹرنیشنل ہارویسٹر بی۔ ۴۵۰ کی قیمت
میں اس نمایاں کمی کے فخریہ اعلان کا مقصد پاکستان کو
غلہ کی پیداوار میں خود کفیل بنانا ہے۔
پاکستان کے ہر بڑے شہر میں ڈیلر موجود ہیں۔

موجودہ قیمت :- ۱۴,۵۵۵/- روپے
اپنے آرڈر جلد یکرا آئے۔
پہلے آئے پہلے لے جاتے
انٹرنیشنل ہارویسٹر بی۔ ۴۵۰ ٹریکٹر صرف ایگریکلچرل ڈیولپمنٹ
بینک آف پاکستان کے قرضے سے خریدا جاسکتا ہے۔ قرضہ حاصل کر
کے متعلق مشورہ کیلئے ہم سے یا ہمارے قریبی ڈیلر سے رجوع کیجئے
شاہنواز لمیٹڈ
۱۹۔ ویسٹ وارف روڈ کراچی۔ فون :- ۵۰۲۱-۵۰۲۱
۸۳۔ مال روڈ۔ لاہور۔ فون :- ۶۳۱۴۱-۶۳۱۴۱
۳۲۶۔ بی پشاور روڈ۔ راولپنڈی۔ فون :- ۶۲۹۱۴-۶۲۹۱۴
۱۴۔ مال روڈ۔ پشاور چھاؤنی۔ فون :- ۳۱۴۶-۳۱۴۶